THE

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, the May 22, 2024

(338th Session)

Volume III, No. 02

(Nos.)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume III SP.IIII (02)/2024

No. 02 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Questions and Answers 2
3. Leave of Absence 30
4. Calling Attention Notice raised by Senator Zarqa Suharwardy Taimur regarding recent appointments and amendment of Rules by the interim Rector of COMSATS University Islamabad 31
   - Senator Azam Nazeer Tarar 34
5. Calling Attention Notice raised by Senator Qurat-ul-Ain Marri regarding privatization of PIA 39
   - Senator Zamir Hussain Ghumro 41
   - Senator Poonjo 42
   - Senator Syed Kazim Ali Shah 42
   - Mr. Abdul Aaleem Khan (Federal Minister for Privatization) 43
6. Motion moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 for election of the Senate Finance Committee 47
7. Further discussion on the Point of Public Importance raised by Senator Syed Faisal Ali Subzwari regarding rule of law in the country and role of judiciary 49
   - Senator Mohsin Aziz 54
   - Senator Muhammad Tallal Badar 59
   - Senator Kamran Murtaza 64
   - Senator Raja Nasir Abbas 68
   - Senator Aimal Wali Khan 75
8. Point of public importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding the incident of running over of a car on pro-Palestine protest camp at D-Chowk, Islamabad. 83
   - Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law 84
9. Direction of Presiding Officer regarding the matter raised by Senator Fesal Vawda and subsequent discussion thereof 93

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Wednesday, the May 22, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty five minutes past ten in the morning with Mr. Acting Chairman (Syedaal Khan) in the Chair.

<u>Recitation from the Holy Quran</u>

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑ کو بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ اور یہ دعا کرو کہ : یارب ! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک بن جاؤ تو وہ ان لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سورۃ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (آیات ۲۳تا۲۵)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جزاک اللہ۔ ابھی ہم Order No. 2 پر جاتے ہیں۔ Order No. 2 وقفہ سوالات ہے۔

ContinuedT02

T02-22May2024 Taj/Ed. Ahsan 10:40 a.m.

Questions and Answers

جناب قائم مقام چیئرمین: جزاک اللہ۔ ,Order No. 2 وقفہ سوالات۔اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ سوال نمبرا، شہادت اعوان صاحب۔

سینیٹر شہادت اعوان: جناب چیئرمین ! ریلوے کے وزیر صاحب موجود نہیں ہیں تو کون جواب دیں گے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ (وزیر برائے قانون و انصاف): حسب روایت میں حاضر ہوں۔ وزارت قانون کی یہ ذمہ داری ماضی میں بھی رہی ہے۔اگر میں satisfy کر پاؤں۔ جناب ! جو آپ مناسب سمجھیں۔

سینیٹر شہادت اعوان: میری درخواست یہ ہوگی کہ تارڑ صاحب کھڑے ہو کر دونوں اطراف کے جواب دے دیں گے۔ میں نے بڑی اہم نوعیت کے سوالات کیے ہیں، بہتر یہ ہوگا کہ یا تو ریلوے سے متعلق سوالات کو defer کر دیں۔ میں تارڑ صاحب سے درخواست کروں گا کیونکہ میں نے قومی نوعیت کے سوالات پوچھے ہیں، کرپشن سے متعلق سوالات پوچھے ہیں۔ریلوے کی جو پوزیشن ہو گئی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ average 107 accidents per year ہو رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ مر رہے ہیں،1965 کی جنگ میں اتنے لوگ نہیں مرے جتنے ریلوے کے حادثات میں مر رہے ہیں۔ کوئی ایسی ٹرین نہیں جو آپس میں ٹکرائی نہ ہو۔ جتنے signals ہیں، کل پرسوں بھی چھانگامانگا میں ٹریکٹر ٹرالی کا حادثہ ہوا ہے۔انہوں نے بتایا ہے کہ operation, maintenance 2.6 پر خرچ کر رہے ہیں، باقی سارے ان کے خرچے ہیں۔ قومی مفاد میں یہ ہوگا،وزیر موصوف تو ابھی دو تین مہینے سے آئے ہوں گے، ان کی توجہ مبذول کرانے کے لیے یہ سوالات کیے جاتے ہیں تاکہ ہم نشان دہی کر سکیں،even Auditor General نے جو چیزیں point out کی ہیں کہ اتنا ان کا سامان چوری ہو گیا۔ وہ بھی انہوں نے نہیں مانا، تسلیم نہیں کیا۔ میری درخواست ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ جس دن ریلوے کے وزیر صاحب آئیں،اس دن ان سوالات کو take up کیا جائے۔ اگر آپ چاہیں، ورنہ میں سوال کر لیتا ہوں لیکن ۔۔۔۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ریلوے کا portfolio Prime Minister صاحب خود دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے۔ وزیر اعظم صاحب آج صدر اسلامی جمہوریہ ایران کی تدفین کے سلسلے میں تہران تشریف لے جا رہے ہیں، ابھی شاید وہ کچھ دیر میں روانہ ہوں۔ میں اس پر جوابات تیار کر کے آیا ہوں۔۔۔۔

سینیٹر شہادت اعوان: ٹھیک ہے میں سوال کرتا ہوں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو شروع کر لیتے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ کسی اور اجلاس میں لے جائیں لیکن میں جواب لے کر آیا ہوں کیونکہ یہ ذمہ داری مجھے ہی نبھانی پڑے گی۔

سینیٹر شہادت اعوان: ٹھیک ہے، ہو سکتا ہے کہ کل کوئی اور یہ کام کرے۔ میں نے ضمنی سوال کرنا ہے، پھر آپ جواب دے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی مہربانی کریں۔

Q. No. 1.

سینیٹر شہادت اعوان: میں نے کرپشن کے حوالے سے وزیر موصوف سے یہ پوچھا تھا کہ پچھلے سالوں کے دوران ریلوے میں کتنی کرپشن ہوئی ہے اور آپ نے کیا اقدامات کیے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہم نے vendor machines لگائی ہیں کہ ٹکٹ کس طریقے سے استعمال کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے کرپشن کی ہے، ریلوے کو نقصان پہنچایا ہے، ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے، سزا دی ہے یا نہیں، میرا سوال یہ تھا۔ میں وزیر موصوف صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ نے steps and measures بتا دیے ہیں۔ صرف یہ بتا دیں کہ یہ آپ نے کب سے شروع کیے ہیں؟ اس سے کرپشن کتنی کم ہوئی ہے؟ پچھلے پانچ سالوں میں ریلوے کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ انہوں نے آخر میں chart دیا ہے۔ میں نے calculate کیا ہے کہ 93 لوگوں کو کرپشن کا ذمہ دار قرار دیا گیا اور penalize کیا۔ وزیر موصوف صاحب صرف یہ بتا دیں کہ 93 میں سے ایک آدمی جس کو کوئی سزا ہوئی ہو، جیل میں گیا ہو۔ صرف محکمانہ کارروائی کر لینا کافی نہیں ہے۔ اس پر وزیر صاحب کچھ بتا دیں، پھر آگے بات کر لیں گے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: بہت شکریہ، سینیٹر شہادت اعوان صاحب۔ آپ نے اس ایوان کی توجہ ایک اچھے معاملے کی طرف دلائی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان ریلوے کافی عرصے سے کافی مسائل کا شکار رہا ہے۔ یہ کہانی ایک دو سالوں کی نہیں ہے، یہ دہائیوں پر محیط ہے۔ ایک بہت بڑا مسئلہ جس نے ریلوے کی ترقی کو روکا ہے، وہ ریلوے کے ملازمین کا bulge ہے کہ ان کے ملازمین حاضر سروس اور retired ملازمین کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کی تنخواہیں اور پنشن ریلوے کے بجٹ کا تقریباً 80% کھا جاتی ہیں، اس سے بھی شاید زیادہ ہو۔ جو باقی بچتا ہے اس سے ریل گاڑیاں چل رہی ہیں۔ جو development اور progress ہے یعنی نئی بوگیوں کو شامل کرنا، نئے locomotives لانا، ان کے لیے بہت کم بجٹ رہ جاتا ہے۔ یہ figures پہلے بھی ایوان کے سامنے آ چکے ہیں۔ جو سب سے بڑا figure ہے کیونکہ یہ ایک

autonomous body ہے، corporate body ہے، اس کا اپنا Board of Directors ہے، Chairman appoint ہوتے ہیں۔ ان کے pension ہیں۔ جو retired ملازمین ہیں، اسی طرح بہت سارے دیگر اداروں میں شاید پنشن کا نظام رائج نہیں ہے لیکن ان کے اپنے Act کے تحت کیونکہ Railway is creation of an Act, اس کے تحت rule making ہوئی ہے، اس میں pension کی سہولت دی گئی۔ یہ سب سے بڑا challenge ہے۔ فاضل سینیٹر صاحب نے پوچھا تھا۔ اس کا جواب ہم نے دے دیا کہ یہ یہ کام کیے گئے ہیں۔ انہوں نے خود بھی اس کا ذکر کر دیا۔ ضمنی سوال میں پوچھا گیا کہ کیا کیا سزائیں دی گئی ہیں۔ جو departmental proceedings ہیں، پاکستان ریلوے نے اس کا break-up دے دیا۔

اب فوجداری نوعیت کے جو مقدمات ہیں، مجھ سے بہت زیادہ فاضل سینیٹر جانتے ہیں کہ کوئی معاملہ ایسا ہو جس میں فوجداری جرم cognizable offence یا non-cognizable offence make out ہوتا ہو تو پھر وہ معاملہ پولیس کے حوالے کیا جاتا ہے یعنی Anti-Corruption Authorities کو یا جو بھی relevant authority ہے، مرکز کے level پر ایف آئی اے ہے۔ اس کی تفصیل میں specifically آج ان کو بتا دوں گا۔ ان سے تفصیلات لے کر آپ تک پہنچا دی جائیں گی یا اس ایوان کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ Departmental proceedings میں کراچی کے 41 ملازمین کے خلاف کارروائی شروع کی گئی، 13 کی increments withhold ہوئیں، 14 کو نوکری سے برخاست کر دیا گیا، ایک کو جبری retire کیا گیا، دو کی تنزلی کی گئی یعنی step-down کیا گیا، 6 exonerate ہوئے تھے اور 5 افراد کی سالانہ ترقی روک دی گئی۔

سکھر میں 14 لوگوں کے خلاف کارروائی ہوئی، اس زون میں 8 افراد کی increments withhold ہوئیں، ایک کو step-down کیا گیا اور 5 افراد نوکری سے برخاست ہوئے اور سکھر کے cases میں 12 لاکھ کے قریب recoveries ہیں۔

ملتان میں 12 افراد دیا گیا، 9 افراد کی increments کو withhold کیا 2 کو step down کیا اور ایک کو revert کیا گیا۔ اسی طرح لاہور میں 9 اور راولپنڈی میں 5 پشاور، مغل پورہ، لاہور ہیڈ کوارٹرز ہیں۔ جو بات فاضل سینیٹر صاحب نے فرمائی ہے کہ total impact کیا آیا ہے۔ اس کو exactly gauge کرنا کہ ان measures کی وجہ سے revenue کتنا بڑھا ہے یا کم ہوا ہے، وہ شاید اس وقت مشکل ہو، بہر کیف گزشتہ سالوں کی نسبت پچھلے سال پاکستان ریلویز نے اپنے operations کے ذریعے زیادہ پیسے کمائے ہیں اور اس میں گراں قدر اضافہ 12 سے 15 ارب کا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے حکومت کی grants or subsidy تھوڑا نیچے آئی ہے۔ جیسا میں نے

پہلے عرض کیا کہ جب تک ریلویز کے pensioners کے مسائل بیٹھ کر حل نہیں ہوتے یا کوئی طریقہ کار وضع نہیں کیا جاتا تو ریلویز کی مالی مشکلات اسی طرح رہیں گی۔ جب تک ان challenges کو مکمل طور پر حل نہیں کرتے یا ان کا تدارک نہیں کرتے تو ریلویز کی ترقی ان سے منسلک رہے گی، جُڑی رہے گی۔

سینیٹر شہادت اعوان: جناب چیئرمین! میرا question specific تھا to the extent of corruption اور یہ بات محکمے نے بات تسلیم کی ہے۔ معززوزیر صاحب نے بتایا ہے کہ یہ لوگ میں نے calculate کیے ہیں کہ 93 لوگ مختلف جگہوں پر corruption کے cases میں involved ہیں۔ یہ پورا ایوان جانتا ہے، پورا ملک جانتا ہے کہ اگر traffic police والا چالان کاٹنے کے 50 روپے لے لیں تو اس کے خلاف Anti-corruption کا case ہو جاتا ہے۔ اتنا بڑا قومی ادارہ جس کو اتنا بڑا loss ہو رہا ہے اور department خود کہتا ہے کہ 93 لوگوں نے corruption کی اور محکمانہ کارروائی کرکے چھوڑ دیا گیا۔ جناب! یہی وجہ ہے کہ اس محکمے کا اتنا خسارہ ہو رہا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس سوال کو کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ وہاں ہم thoroughly دیکھ سکیں کہ جن لوگوں نے بدعنوانی کی، کیا ان کی صرف ایک ایک increment روکنے سے کام اچھا ہو جائے گا، کرپشن کم ہو جائے گی؟ اس سوال کو آپ کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ معلوم ہو سکے اپنے لوگوں کو کس طریقے سے بچایا جا رہا ہے اور کرپشن کیوں پھل پھول رہی ہے، یہ محکمہ کیوں تباہ ہو رہا ہے۔

T03 پر جاری ہے۔

سینیٹر شہادت اعوان: ---(جاری)---اور کرپشن کیوں پھل پھول رہی ہے اور یہ ڈیپارٹمنٹ کیوں تباہ ہو رہا ہے۔ یہ میری استدعا ہے کہ اسے کمیٹی میں بھیجیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی وزیر قانون صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اگر فاضل ممبر یہ سمجھتے ہیں کہ کمیٹی میں زیادہ length سے discussion ہونی چاہیے اور پارلیمان کی وہ extended arm ہے جو آپ کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے کہ جو functions of the Executive ہیں ان کو دیکھنے کے لیے Parliamentary جسے ہم کرتی ہے، through Standing Committees, Parliament function

oversight کہتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ معاملہ وہاں پہ refer ہو جائے، یہ سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جی اگلا سوال بھی وہ جب آئے گا تو۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں۔ اگر اس حوالے سے کسی نے کوئی ضمنی سوال کرنا ہے۔ محسن صاحب آپ کر لیں۔

سینیٹر محسن عزیز: جی مہربانی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ unfortunately ریلوے اب ایک غریب آدمی کی سواری ہے اور یہاں پر ایک وطیرہ بن گیا ہے کہ ہم ہمیشہ ہی غریب آدمی سے accountability پہلے شروع کرتے ہیں۔ یہاں پر جو جواب آیا ہے، اس میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ریلوے کی بکنگ اور ٹکٹنگ کے سسٹم کو کس طرح سے بحال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ accountability کا جو جواب دے رہے ہیں وہ اس چیز کا ہے کہ ٹکٹنگ میں اور اس میں جو ٹکٹ آفیسر ہے یا جو مسافر ہے ان میں کیا میل جول ہے اور اس میں کیا کرپشن ہے۔ وہ تو اونٹ کے منہ میں زیرہ والی بات ہے۔ جو اصل بات ہے اس کا انہوں نے جواب ہی نہیں دیا۔ جیسے کہ میں عرض کر دوں کہ کہاں کہاں پہ لینڈ مافیا نے زمینیں قبضہ کی ہوئی ہیں؟ اس کے اوپر کیا ایکشن ہوا ہے ؟ کس طریقے سے یہاں پر جو purchases ہیں اور اس میں جو گھپلے ہوئے ہیں جس کے متعلق Public Accounts Committee وغیرہ میں بھی مقدمے آتے رہتے ہیں، اس پہ کیا ایکشن لیا گیا ہے۔ اس کا تو یہاں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو سوال کا جواب دیا گیا ہے یہ incomplete ہے اور یہ اس کو defuse کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو شہادت صاحب نے سوال کیا میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔ آپ کا یہ جواب بالکل نامکمل ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی تو یہ refer ہو گیا ہے۔۔۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جو تفصیلات مجھے میسر تھیں، میں off the cuff اس لیے نہیں بولتا کہ وہ غیر ذمہ دارانہ بیان ہوتا ہے کیونکہ کئی بار طرز تکلم کی وجہ سے ویسے جوابات دے کر اس وقت تو آپ نکل جاتے ہیں، لیکن میں یہ believe کرتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں نپی تلی بات ہو۔ جو حقائق ہیں وہ آپ کے سامنے ہوں، جو حقائق لکھ کر دیے گئے اور جو briefing میں مجھے ملے میں نے وہ سارا بتا دیا اور وجوہات بھی بیان کیں۔ آپ کے سامنے break down دیا ہے۔ سینیٹر شہادت اعوان صاحب کا یہ اچھا سوال تھا کہ جتنے criminal actions ہوئے ہیں، ان پر کتنی departmental proceedings ہوئی ہیں۔۔ Since I am not aware that how many cases were then converted into criminal cases because for that matter

اس کے لیے پھر پرچے کا اندراج، تفتیش one need to have a criminal offence committed prima facie, کہ جب تک وہ cognizable offence نہ بنے، وہ نہیں ہوتا تو میں نے اس کے لیے کہا تھا کہ میں محکمے سے مزید معلومات لے کے بتا دوں گا لیکن کیوں کہ انہوں نے خواہش کی کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ذرا تھوڑی تفصیل میں inquire ہونا ہے اور inquiry purpose کے لیے discussion کے لیے اسے قائمہ کمیٹی کو refer کر دیا جائے۔ I conceded to that اس لیے کہ ہمارے جو ادارے ہیں وہ پاکستان کی عوام کی خدمت کے لیے بنائے گئے اور انہی کے لیے حکومت ان کو subsidies بھی دیتی ہے۔ پاکستان ریلوے ان اداروں میں سے ہے جو اپنی آمدن سے زیادہ اخراجات کر رہا ہے اور پچھلے سال اس کا جو کل بجٹ تھا، وہ 110 ارب بلکہ تقریباً 111 ارب کے قریب مقرر کیا گیا۔ اگر اخراجات کی تفصیل دیکھیں تو اس میں سے تنخواہیں جو تھیں وہ ساڑھے 35 ارب روپے اور پینشن جو ہے وہ تقریباً 39 بلین۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ کو ایک overview دے رہا ہوں کہ جب چیزیں اس طرح سے ہوں گی کہ 68 % جو بجٹ ہے وہ چلا جائے تنخواہوں اور پینشن میں تو پھر ظاہر ہے کہ اس ادارے نے سانس کہاں سے لینا ہے۔ یہ ساری چیزیں revamping چاہتی ہیں۔ اس کے لیے پارلیمان نے بھی اپنا کردار ادا کرنا ہے اور یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے میں نے کہا کہ یہ سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ہم بحث میں ضرور جائیں لیکن اگر معاملہ کمیٹی کو refer ہو چکا ہے تو کیا بہتر ہوگا کہ کمیٹی میں یہ ساری چیزیں ریلوے کے افسران سامنے بیٹھ کر آپ تک پہنچائیں؟ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Next question سینیٹر شہادت اعوان صاحب۔

(Q.No.2.)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سینیٹر شہادت اعوان: جس طریقے سے محسن عزیز صاحب نے کہا کہ یہ سارے سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، لیکن تھوڑی سی وزیر صاحب کی توجہ مبذول کرواؤں گا کہ میں نے اس میں یہ کہا کہ ریلوے کو financial year 2022-23 میں 55 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اس کے جواب میں ریلوے نے یہ لکھا ہے کہ ریلوے کو کوئی نقصان نہیں ہوا لہٰذا اس کی طرف میں توجہ دلوانا چاہوں گا۔ ڈان اخبار میں خالد حسنین صاحب نے ایک رپورٹ لکھی اور اس سے میں نے یہ question اٹھایا ہے کیونکہ قومی نوعیت کا یہ case تھا کہ 55 ارب روپے کا ایک ادارے کو نقصان ہونا بہت بڑی بات تھی۔ وزارت نے اس بات پر انکار کیا ہے۔ کیا وزیر قانون صاحب نے اس پر briefing لی

ہو گی؟ کیا یہ ان کے علم میں ہے یا یہ اس بات سے انکار کریں گے کہ ریلوے کو 2023 میں 7 بلین کا نقصان ہوا۔ یہ award of contract on higher rates پر ہونے کی وجہ سے ہوا۔ جو ٹھیکے دیے گئے ان کی وجہ سے سات ارب روپے کا نقصان ہوا اور اس کے علاوہ کروڑوں روپے کا سامان چوری ہونے کی وجہ سے بھی نقصان ہوا۔ میں یہ مان لیتا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے، تو ریلوے نے اس کی تردید کیوں نہیں کی؟ اس کو کیوں نہیں جھٹلایا؟ اگر یہ خبر غلط تھی تو یہ بات وزارت کو جُھٹلانی چاہیے تھی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کی تصدیق بھی کی۔ یہ میں نے سال 2023 کے آڈیٹر جنرل کی رپورٹ سے لی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے یہ کہا کہ کروڑ روپے کا نقصان ریلوے کو اس طریقے سے پہنچ چکا ہے۔ تو میرا کہنا یہ ہے کہ ریلوے تو اس نقصان کو نقصان ہی نہیں سمجھتا کہ کروڑوں روپے کا سامان چوری ہو چکا ہے، آپ نہیں مانتے۔ ایک روپے کا کام آپ نے 11 روپے میں ٹھیکہ پر دے دیا اور آپ اس کو نقصان نہیں مانتے تو ریلوے ہو یا کوئی اور ادارہ نقصان میں کیوں نہیں جائے گا۔ چونکہ آپ اس کو کمیٹی میں بھیج چکے ہیں تو یہ بھی ایک connected question ہے اور اسے بھی ہم وہاں پر thoroughly دیکھ لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: پچھلے سال 23-2022 کا تھا۔ اس میں یہ fact ہے کہ ریلوے نے اپنی آمدن میں خاطر خوا اضافہ کیا ہے اور وہ بڑھ کر 63.250 billion یعنی سوا 63 ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اس سے پچھلے سالوں سے یہ 251 فیصد بڑھوتی ہے۔ اس وقت خواجہ سعد رفیق وزیر ریلوے تھے۔ وہ یہاں آکر جوابات دیتے تھے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے بہت efforts کیں۔ باوجود massive flooding کے جس نے بلوچستان اور سندھ دونوں صوبوں میں بہت زیادہ devastating damage کیا اور جس سے بے تحاشہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک تو operations suspend رہے۔ سینیٹر شہادت اعوان کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے اور وہ اس بات کی تائید بھی کریں گے۔ دوسری بات، انہیں recovery and reconstruction میں بہت زیادہ efforts کرنی پڑیں۔ ایک بات جو مانی جانی چاہیے وہ یہ کہ پچھلے سالوں 2018-19, 2019-20,2020-21 کی نسبت 2022-23 کا سال جس میں وزیر موصوف ریلوے کے وزیر تھے، انہوں نے railways operations, goods and transport and passenger trains سے جو ریلوے کی آمدن تھی، اس میں ڈھائی گنا اضافہ کیا جو 250 فیصد اضافہ ہے اور وہ رقم جواب میں بھی mentioned ہے۔ اسی وجہ سے سبسڈی کی رقم نیچے گئی اور یہ ایک بہت بڑی achievement ہے۔ درست فرمایا کہ پچھلے سالوں کے یعنی 2019-20, 2021-22,2022-

23 کے جب audits آئے تو ان میں تفاوت ہے and I think it is domain of Public Accounts Committee. اس میں جب پارلیمنٹ کی کمیٹی ان کو بلاکے اس کا حساب مانگیں گے تو ان کو حساب دینا ہوگا لیکن ایک چیز ہمیں ضرور appreciate کرنی چاہیے کہ جوانہوں نے خوداپنے operations کے ذریعے improve کیا ہے کہ وہ اگر 22-20 ارب تھا تو اس کو 65 ارب پر لے گئے۔ یہ ایک اچھی بات ہے۔ جو خوشی کی خبر ہے توقع اس سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ محنت کی جائے تو اس میں اور بہتری آ سکتی ہے۔ بہت شکریہ۔ ---جاری T04---

T04-22MAY -2024 Tofique Ahmed [Khalid] 11:00AM.

جناب قائم مقام چیئر مین: سینٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب۔

سینٹر محمد ہمایوں مہمند: شکریہ جناب چیئر مین! یہ جو سوال ہے اور اس کے آگے جو جواب ہے۔ ابھی جو شہادت اعوان صاحب نے بڑے معصومانہ انداز میں بتایا کہ وہاں پر ان کا سارا سامان چوری ہو گیا، اس ملک میں لوگوں کے تو mandate چوری ہو جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: مختصر کرلیں۔

سینٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب والا! جو problem ہے، انہوں نے جو mention کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے pension کے حوالے سے بہت زیادہ مسئلہ ہوگیا ہے۔ یہ 16-2015 کی بات ہے جس میں یہ غلط decision لیا گیا ہے، اس سے صرف railway نہیں، اس سے پورا پاکستان تباہ ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے یہ decisions جن لوگوں نے لیے ہیں، ان کو کون احتساب میں لیکر آئے گا؟ وہ ایسے غلط decisions لے رہے ہیں۔ نمبر دو، ابھی ہمارے معزز وزیر صاحب نے جواب دیتے ہوئے 2018, 2019 and 2020 کا comparison بتایا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ مجھے اس کمیٹی میں بھیجیں کیوں کہ میں جب comparison دیکھوں گا تو پورا trend دیکھوں گا، میں دیکھوں گا پچھلے پندرہ بیس سالوں سے کیا trend ہے؟ ساری چیزیں کس طریقے سے ہو رہی ہیں؟ کیوں کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ graph اوپر جارہا ہو، چیزیں ٹھیک ہو رہی ہوں، جو پہلے غلط چیز تھیں۔ مجھے وزیر صاحب یہ بتائیں کہ جس trend کا انہوں نے ذکر کیا ہے، اس trend کا with figures 2018 سے پہلے کا بھی بتائیں اور 2018 سے 2022 کا بھی بتائیں اور 2022 سے لیکر 2023 کا بھی بتائیں۔ باقی رہی بات چوری کی وہ تو ہونی تھی، mandate چوری ہو جاتا ہے یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب والا! فاضل سینیٹر صاحب نے اپنا ایک سیاسی بیانیہ دینا تھا اور دے دیا، معاملہ کمیٹی میں جا رہا ہے۔ میں نے جیسے پہلے عرض کیا صرف ایک سال میں trend ہو تو 10,20,30 or 40 فیصد کا ہوتا ہے۔ محنت کی وجہ سے، operations کو بڑھانے کی وجہ سے اور freight trains and passenger trains کے جو نمبرز ہیں ان کو regular کرنے کی وجہ سے پچھلے مالی سال کے دوران، ہم نے یہ June to June کا breakup دیا ہے، railway کی جو operational آمدنی تھی میں نے جس کے بارے میں وضاحت کے ساتھ عرض کیا ہے وہ 291 فیصد بڑھ گئی۔ 2015,16 میں ایسا کوئی بھی decision نہیں ہوا جو کہ railway کی pension کا واقعی حکومت کی level پر ہوا ہو، میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ railway پہلے ہی ایک autonomous body ہے، اس کا اپنا ہی board ہے، یہ body corporate ہے، اس کے اپنے board of directors ہیں، اس کے head Chairman ہوتے ہیں یہ decisions اس کے حوالے سے خود کرتے ہیں۔ اس دور میں بھی میں بطور وکیل، میرے پاس جو first-hand information ہے، میں آپ کو share کرتا ہوں۔ Railway کے ایک دو معاملات میں مجھ سے مشاورت کی گئی اور وہ معاملات پھر ہمارے جو اور ساتھی تھے انہوں نے دیکھے تھے۔ اب اس معاملے میں، میں آپ کو بڑے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ railway کی اربوں روپے کی مالیت جنرل پرویز مشرف کے دور میں lease out کر دی گئی تھی جس میں لاہور کا رائل پپ کلب تھی تھا اور وہ بڑی shady deal تھی۔ اس پر action لیا گیا اور وہ واگزار کروانے کے لیے عدالتوں سے بھی رجوع کیا گیا لاہور ہائی کورٹ میں معاملہ چلتا رہا، وہ اربوں روپے کی جو پراپرٹی تھی وہ دوبارہ regain کی گئی اس پر receivers appoint ہوئے۔ اسی طرح جو نئی بوگیاں add ہوئی تھیں اور revamping کے لیے effective کام ہوا تھا وہ بھی انہیں سالوں میں ہوا تھا۔ میں کوئی blame game میں نہیں پڑنا چاہتا کہ پھر 2018 to2020 میں کیا ہوا یا کیا نہیں ہوا۔ میں نے تو آپ کے سامنے صرف ایک figure رکھی ہوئی ہے کہ 2020-2021 میں جو railway کے operational منافعجات تھے، جو انہوں نے operations میں سے amount earn کی، وہ اگر 19 ارب روپے تھی تو وہ 291 فیصد بڑھنے کے بعد 60 ارب روپے کے لگ بھگ ہو گی، اس سے زیادہ چلی گئی۔ یہ ایک achievement ہے ہمیں اسے ماننا چاہیے، کیوں کہ معاملہ کمیٹی میں چلا گیا ہے یہ ساری باتیں وہاں پر ہوں گی، بالکل آپ اس ایوان کے فاضل رکن ہیں، آپ نے سوال اٹھایا ہے آپ وہاں پر بھی جا کر بات کر سکتے ہیں، میں railway officials سے کہوں گا کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ سارے facts and figures کے ساتھ لیکر آئیں۔ ان کے senior officers آج بھی gallery میں بیٹھے ہوئے ہیں، ظاہر ہے یہ requirement ہے

ان کو یہاں پر ہونا چاہیے۔آپ معزز سینیٹرز کے سوالات وہ note کر رہے ہیں، ان شاء اللہ جب یہ briefing ہوگی they will come prepared on this. بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئر مین: سینیٹر دنیش کمار صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: شکریہ جناب چیئر مین! پہلے سینیٹر شہادت اعوان صاحب ذمہ داری انجام دیا کرتے تھے، اب تارڑ صاحب کے کندھوں پر جوابات کی ذمہ داری ہے۔ تارڑ صاحب میں آپ کی توجہ چاہوں گا، شہادت اعوان صاحب نے جو کہا تھا کہ کتنا نقصان ہوا ہے؟ نقصان تو آپ نے واضح طور پر mention کیا ہے مگر الفاظ کی ہیر پھیر ہے۔ جناب والا! 2022-23 میں جو railway کا revenue ہے وہ 63 ارب روپے ہیں اور جو اخراجات ہیں وہ 110 ارب روپے ہیں تو نقصان کتنا ہوا؟ 47 ارب روپے کا ہوا، شہادت اعوان صاحب کی بات تو صحیح تھی۔ آپ لوگوں نے الفاظ کی ہیر پھیر میں کیوں الجھایا ہوا ہے؟ آپ سیدھا سیدھا کہیں کہ 47 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ یہ تو ایک معمولی کلاس چہارم کا فیل شاگرد بھی بتا سکتا ہے یہ railway والوں کی نااہلی ہے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: شکریہ دنیش صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: نہیں جناب والا! یہ میرا سوال ہے کہ انہوں نے یہ نااہلی کیوں چھپائی ہے۔ تارڑ صاحب یہ بتائیں کہ جب آپ کہہ رہے ہیں کہ ان کی 63 ارب روپے کی income ہے اور خرچہ 110 ارب روپے ہے تو نقصان کتنا ہوا؟ یہ تو سیدھا جواب ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے یہ بات ابتدا میں بیان کی تھی اور لکھ کر دی ہوئی ہے۔ ہم نے یہ کہا ہے پچھلے سالوں میں، میں اس کو دوبارہ repeate کرتا ہوں۔ پچھلے سالوں میں railway کی آمدن 20 ارب روپے کے لگ بھگ رہی ہے وہ بڑھ کر پچھلے مالی سال میں 63 ارب روپے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے خسارے میں کمی آئی ہے لیکن میں نے جیسے پہلے عرض کیا کہ اگر ایک ادارہ جس کی total budget 100 rupees ہے، اس میں سے اگر 68 روپے آپ تنخواہوں اور pension میں دے دیں گے اور باقی آپ تقریباً 24 روپے پیٹرول، ڈیزل اور کوئلے کی خریداری کے لیے دے دیں گے تو پھر آپ کے پاس کیا بچے گا؟ آپ کے پاس صرف repair and maintenance کے لیے پانچ روپے بچیں گے اور دیگر جو کہ آپ نے نئی بوگیاں ڈالنی ہیں، نئے انجن لیکر آنے ہیں، نئے track بچھانے ہیں یا ان track کو improve کرنا ہے، اس کے لیے ساڑھے تین روپے بچیں گے۔ میں نے یہی عرض کی تھی کہ یہ صورتحال بڑی complex ہو گئی ہے، سب سے بڑا بوجھ جو پاکستان ریلوے پر ہے یہ ہمارا قومی ادارہ ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حکومتیں کاروبار نہ کریں جو

private entrepreneurs ہیں JVs کے ساتھ چیزیں چل رہی ہیں۔ ہم نے British railway سے زیادہ بہتر نظام کہیں پر نہیں دیکھا۔ واقعتاً آپ دیکھیں ہم گھڑیاں ٹھیک کرتے ہیں over the years ان کے 90 فیصد کے operations ہیں وہ privatize ہیں، وہاں پر version Atlantic بھی آگیا ہے، وہاں پر blue line والے بھی آگئے ہیں اور بھی آگئے ہیں۔ ہم نے بھی دو تین جگہوں پر تجربے کیے ہیں وہ ٹھیک رہے۔ Business Train تھی، لوگ fast train کے لیے bid کر رہے ہیں، ہمیں tracks improve کرنے کی ضرورت ہے، بہت بڑا network ہے unfortunately ہم اسے سنبھال نہیں سکے اور یہ کہانی 76 سالوں کی ہے یہ ایک دن کی کہانی نہیں ہے۔ 1947ء سے لیکر ہم نے کتنے کلومیٹر اضافہ کیا؟ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے۔ میں نے تو یہ سارا آپ کے سامنے لکھ کر رکھا ہے کہ یہ وہ breakdown ہے، آپ کو صرف بتایا کہ railway پر جب pressure آیا تو انہوں نے اپنی آمدن بڑھانے کے لیے اپنے operations کی income کو 19 ارب روپے سے بڑھا کر اس کو 60,62 ارب روپے پر لیکر آئے، یہ ایک اچھی چیز ہے، کم از کم اس پر ان کو appreciate کردیں۔ اب ان کے اخراجات میں کیسے کمی آنی ہے؟ وہ اس پر اپنا کام کر رہے ہیں، معزز ایوان میں جب کمیٹی کی briefing آئے گی، آپ کمیٹی میں اچھی تجاویز دیں یہ سمجھ کر دیں کہ یہ ہمارا قومی ادارہ ہے، ہم سب نے اس کو بہتر کرنے کے لیے، پاکستانی عوام کی services بہتر کرنے کے لیے اچھی تجاویز دینی ہے۔ میری دوا ہے یہ ادارہ ترقی کرے یہ غریب آدمی کی سواری ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: محسن صاحب یہ کمیٹی میں refer ہوگیا ہے اور اس کمیٹی میں سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب اور سینیٹر دنیش کمار صاحب بھی ممبر ہوں گے۔ ضمنی سوال تین ہوگئے ہیں، محسن صاحب نے، ہمایوں صاحب اور دنیش کمار صاحب نے بات کی ہے تین ہوگئے ہیں، تین سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔

Mr. Acting Chairman: Next Question Shahadat Awan Sahib.

(Q.No.03) ----جاری----T-05----

T05 – 22May2024 IMRAN/ED: MUBASHIR 11:10 am

Q.No.3

جناب قائم مقام چیئرمین: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے۔

سینیٹر شہادت اعوان: یہ آخری سوال ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا مقصد صرف یہاں اس چیز پر تنقید کرنا نہیں اور نہ ہم کر رہے ہیں بلکہ ایک چیز ہم سامنے رکھتے ہیں جس طریقے سے جناب وزیر صاحب نے کہا کہ کمیٹی میں بیٹھ کر ان چیزوں کو ہم discuss کریں تاکہ ہمارا یہ ملکی ادارہ بہتر ہوسکے۔ میرا سوال یہ ہے کہ یہ بتایا جائے کہ پچھلے پانچ سالوں میں کتنے حادثات ہوئے اور کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئی۔ اس کے جواب میں محکمہ نے کہا ہے کہ پچھلے پانچ سالوں میں 537 حادثات ہوئے، جس کی سالانہ اوسط 365 دنوں میں 107 حادثے بنتی ہے۔ یہ صفحہ نمبر چھ کے second last paragraph میں لکھا ہے کہ

Pakistan railways during the last five years has operated so and so, with average of 107 incidents per year.

تین سو ساٹھ دنوں میں ایک سو سات حادثے ہوئے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ پانچ سو سینتیس حادثات میں سے، جیسا کہ وہ نیچے والے پیرا میں کہتے ہیں کہ ان میں سے تین سو تیرہ حادثے جان لیوا تھے۔ یعنی تین سو پینسٹھ دن اور تین سو تیرہ جان لیوا حادثات۔ جناب! میں صرف یہ بتا نا چاہتا ہوں کہ جب اس قسم کے قومی ادارے جو نقصان میں جا رہے ہیں اور یہ بھی understood ہے کہ ریلوے نقصان میں جا رہا ہے۔ تو کم از کم PIA, اللہ نہ کرے، کوئی جانی نقصان تو نہیں پہنچا رہا اور وہاں پر قیمتی جانیں تو ضائع نہیں ہو رہی ہیں۔ تو میرا سوال یہ ہے اور میں آپ کو یاد کروانا چاہ رہا ہوں کہ گھوٹکی کے مقام پر دو ٹرینیں آپس میں ٹکرا گئیں، بتیس جانیں ضائع ہوئیں اور چونتیس افراد زخمی ہوئے۔ پھر سکھر میں مال بردار گاڑی ٹکرا گئی جس میں انیس جانیں ضائع ہوئیں۔ رحیم یار خان کے پاس آگ کا دھماکا ہو گیا جس میں ستر جانیں ضائع ہوئیں۔ صادق آباد میں ٹرین ایک ٹرالی کے ساتھ ٹکرا گئی جس میں چوبیس جانیں ضائع ہوئیں۔ مکلی شاہ حیدر آباد میں گاڑی ٹکرا گئی، تین لوگ جان بحق ہوئے۔ نارووال میں پھاٹک بند نہ ہونے کی وجہ سے بارہ معصوم بچوں کو نقصان ہوا۔

جناب! میں نے موٹی موٹی باتیں بتائیں ہیں اور میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرتا ہوں اور صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ایسی کون سی ٹرین ہے جو نہیں ٹکرائی۔ کیا خٹک ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ کیا جعفر ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ کیا ہزارہ ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ زکریا ایکسپریس اور عوامی ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ اور جناب! شالیمار ایکسپریس تو بار بار ٹکراتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے سب سے زیادہ تکلیف جس بات سے ہوتی ہے میں وہ بتاتا چلوں کہ سب سے بڑے حادثے میرے صوبہ سندھ میں ہوئے ہیں۔ سکھر کے مقام پر، روہڑی کے مقام پر تو ٹریک کو لکڑی کی پھٹیوں سے جوڑا جاتا ہے اور یہ مانا گیا ہے کہ زیادہ تر حادثات پھاٹک بند نہ ہونے کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں کیونکہ وہاں پر کوئی ملازم موجود

نہیں ہوتا۔ ٹرین آرہی ہوتی ہے اور پھاٹک کھلا ہوتا ہے۔ جب ہم اربوں روپے لگا رہے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم عوام کو مارنے کے لئے ان ٹرینوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ یا تو وہاں پر بندے رکھیں۔ اگر unmanned پھاٹک کی وجہ سے اتنے بندے جان کی بازی ہار جاتے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ جیسے ہی میرے سندھ میں گاڑیاں پہنچتی ہیں تو دو دو گاڑیاں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں اور بتیس، ستر، پینتیس، سولہ اور چوبیس بندے آئے روز جان بحق ہو جاتے ہیں اور ٹرینیں بھی آپس میں کلٹی ہو جاتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس ادارے پر یہ کمیٹی بھی غور کرے، ملک اور قوم غور کرے کہ اگر اس ادارے کو ہم نے چلانا ہے تو کیا اسی طرح نقصان کر کے چلانا ہے اور اس کا کیا سد باب کرنا ہے۔ اتنے لوگ تو 1965 کی جنگ میں ہمارے دشمن نے نہیں مارے جتنے ہماری ٹرینیں جیسے ہی سکھر روہڑی کراس کرتی ہیں بندے مارنے شروع کر دیتی ہیں۔ پرسوں چھانگا مانگا اسٹیشن پر بھی پھاٹک پر ملازم موجود نہ ہونے کی وجہ سے ٹریکٹر ٹرالی والا تو اتر گیا لیکن ایک بندہ مر گیا۔

جناب! میں اپنی آخری بات آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جیسے کہ میں نے سکھر، روہڑی، کراچی، کوٹری، جام شورو اور حیدرآباد کی بات کی تو صرف ایک تفریق، جیسا کہ دنیش صاحب تو ہمیشہ کہتے ہیں کہ بلوچستان کے ساتھ ہوتی ہے، یہ ایک تفریق ہے جو میرے صوبے کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں ابھی ریلوے نے چون فیصد کرائے میں کمی کی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب شہادت اعوان صاحب! آپ نے اتنی لمبی تقریر کر دی ہے۔ برائے مہربانی آپ یہ ساری چیزیں کمیٹی کے سامنے کر لیجئے گا۔

سینیٹر شہادت اعوان: میں بس ختم کرتا ہوں۔ ریلوے نے صرف راولپنڈی سے لاہور کا کرایہ سو روپیہ کیا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں ریلوے والے بھی موجود ہیں تو یہ سہولت باقی صوبوں کو بھی مہیا کی جائے اور اس کو پنڈی سے لاہور تک محدود نہ کیا جائے۔ جناب! میری ویگن اور کوچ کا کرایہ سو روپیہ ہے۔ یہ برابر کا سلوک کیا جائے اور ریلوے ایک وفاقی ادارہ ہے اور سب کے ساتھ مناسب اور برابری کا سلوک کیا جائے اور یہ سہولت میرے سندھ کو بھی پہنچائی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اگلے اجلاس میں ریلوے کے سیکریٹری صاحب اور چیئرمین صاحب کا یہاں پر موجود ہونا ضروری ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی یہاں senior officers موجود ہیں۔ میں اس میں یہ بتاتا چلوں کہ حادثات کے حوالے سے اگر آپ trend دیکھیں گے۔ جناب! غلطیوں سے ہی سمجھ آتی ہے۔ جو جواب دیا گیا ہے اس کے مطابق 2019 میں حادثات کی تعداد 159 تھی۔ 2020 میں یہ تعداد 145 ہو گئی اور کچھ فرق آیا۔ 2021 میں یہ تعداد 87 پر آگئی۔ ایک سو انسٹھ سے ستاسی پر آگئی اور 2022 میں پھر وہ باسٹھ

پر آگئی۔ تو دیکھیں ایک decrease ہے اس میں لیکن یہ unfortunate ہے اور جیسے کہ 32% جس کا پہلے شہادت صاحب نے عرض کیا اور ہمارے جواب میں بھی ہے کہ اس کی وجہ railway crossing اور پھاٹک پر ghost appointment بھی ایک وجہ ہے۔ اس پر انہوں نے enquiries کیں اور بہت سے لوگوں کو اس وجہ سے ملازمت سے بھی برخاست کیا گیا۔

یہ ایک decreasing trend ہے اور اگر سال میں ایک سو ساٹھ حادثات ہوئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ یہ اگلے سالوں میں یہ گھٹ کر ستاسی اور باسٹھ پر بھی آئے۔ اللہ کرے اس کا بھی تدارک ہو۔ تو میں نے جیسے پہلے عرض کیا تھا یا تو یہ معاملہ پہلے کمیٹی کو نہ بھیجتے اور اگر بھیج دیا ہے تو پھر آگے بڑھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل۔ اس کے بعد اس پر تقریر نہیں ہونی چاہیے۔ نہیں ابھی تین ہو گئے۔ اب آگے بھی تو چلانا ہے۔ محسن صاحب ہو گئے، ڈاکٹر ہمایوں صاحب ہو گئے اور۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی جو معاملات کمیٹیوں کو بھجوائے جا چکے ہیں اور اس کے باوجود آپ لوگوں نے اس پر کافی بات بھی کر لی ہے اور میں نے آپ لوگوں کو بات کرنے کا بھرپور موقع بھی فراہم کیا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں۔ اور نہیں۔ سوال نمبر چار۔

Q.No.4

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر پلوشہ خان محمد زئی موجود نہیں ہیں۔ جواب پڑھا تصور کیا جاتا ہے۔ سوال نمبر چھ پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

Q.No.6

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سینیٹر فلک ناز صاحبہ۔

سینیٹر فلک ناز: جناب قائم مقام چیئرمین! چترال میں نادرا کے دفاتر کی تعداد اور ان میں موجود ملازمین کی تعداد ہمیں بتائی جائے۔ کیا وہاں دفاتر کی تعداد بڑھانے کے بارے میں کوئی تجویز زیر غور ہے۔ اگر ایسا ہے تو کب تک متوقع ہے۔ اس کے علاوہ PTI کی حکومت میں چترال بالا میں نادرا کے دفتر کے لئے میرا ایک proposal تھا۔ Finally اس کا approval ہو گیا ہے۔ ویسے وہ PTI کی حکومت میں ہی

approve ہو گیا تھا اور اس کے بعد ہماری حکومت چلی گئی اور یہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد نگران حکومت کے Interior Minister سرفراز بگٹی صاحب کا میں اس ایوان کی وساطت سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور آخر کار اس کو ضلع چترال بالا، طور کوہ کے قیام کے لئے بجٹ پلان میں شامل کیا گیا ہے۔ تو مجھے بتایا جائے کہ اس کے لئے کتنا بجٹ مختص کیا جائے گا؟ اس کا کام کب تک NRC شروع ہو جائے گا؟ اس میں کتنے ملازمین بھرتی کیے جائیں گے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔ (T06 پر جاری ہے)

T06-22MAY2024 ASHFAQ/ED. AHSAN 11.20AM

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میڈم! ہم نے بتایا ہے کہ پورے چترال میں NADRA کی طرف mobile vans بھی تعینات ہیں جن کے تحت روزانہ کی بنیاد پر per van 50 cards بنتے ہیں اور یہ سلسلہ تقریباً 2004 سے شروع تھا، اس میں چار خواتین بھی تعینات کی گئی تھیں اور وہ آج بھی کام کر رہی ہیں۔ Total 15 لوگوں کا staff ہے، روزانہ 150 درخواست گزاروں کو سہولیات فراہم کی جاتی ہیں اور وہ معاملات ٹھیک چل رہے ہیں۔

میڈم! جہاں تک اپر چترال کا تعلق ہے کہ ایک سنٹر قائم کیا جائے، اب finally اس سال approval دے کر PC-1 and release of fund کا سارا کام کر لیا گیا ہے۔ 2024 and 2025 میں اپر چترال کے دو مزید مقامات ہیں، ایک مقام طور غاؤ ہے اور دوسری جگہ مور کاؤ ہے۔ دو جگہیں ہیں، ایک کا فاصلہ 30 kilometers ہے اور دوسری کا فاصلہ 48 kilometers ہے، و، وہاں پر سنٹرز کے قیام کے لیے under consideration تھیں، 2024 and 2025 میں fund release کر دیا گیا اور یہ قائم ہو جائیں گے۔ اپر اور لوئر چترال میں NADRA کے 5 centres کام کر رہے ہیں اور ان 5 centres میں کوئی بیس کے قریب خواتین ہیں۔ ہر سنٹر میں کوئی چار خواتین ہیں جو پردہ دار خواتین کو سہولیات فراہم کر رہی ہیں جو کہ محکمے کی نظر میں مناسب تعداد ہے، اس طرح دو نئے سنٹر کے قیام سے صورت حال اور زیادہ بہتر ہو جائے گی۔ NADRA چند ان اداروں میں سے ہے جنہوں نے عوام کو اچھی سہولیات فراہم کی ہیں، نہ صرف پاکستان کے اندر بلکہ پاکستان سے باہر بھی فراہم کی ہیں۔ یہ hard area ہے، اس کی تکالیف کو مد نظر رکھتے ہوئے آبادی کے تناسب سے centres زیادہ کئے گئے ہیں کیونکہ لوگوں کو دور سے آنا پڑتا ہے تاکہ ان کی سفری مشکلات کم ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میرا سوال ہے کہ یہ ایوان کیسا ایوان ہے کیونکہ یہاں پر کوئی وزیر موجود نہیں ہے۔ آپ مجھے ضمنی سوال کا موقع دیتے تو وہ وزیر ایسے تھے، میں جن کے بارے میں کچھ کہہ سکتی تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ already committee کو refer ہو چکا ہے۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میں Interior Minister کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے ڈرتی ہوں کہ کل میرے گھر پر ڈالا نہ آ جائے۔ جناب! وزراء کا نہ ہونا، یہ بڑا issue ہے، سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب ہمارے honourable Leader of the House رہ چکے ہیں، انہوں نے کہا کہ افسران آئے ہوئے ہیں، آپ کے لیے یہی کافی ہیں۔ اس ایوان کو بند کریں اور ہمیں Railways Ministry اور باقی Ministries میں بیٹھا دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سوال کریں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: میرا سوال یہ ہے کہ Rules and Procedures کے مطابق ہمارے honourable Ministers عزت دار ہیں جو Senators Ministers ہیں جنہوں نے ذمہ داری لی ہوئی ہے کہ پاکستان کی حکومت کو چلانے کے لیے پاکستان کے 1000 tax payer دیہاڑی دار سے چلنے والے ہیں جن کے عیش و آرام چلتے ہیں، وہ یہاں پر کیوں نہیں آتے؟ ان کرسیوں پر کیوں نہیں بیٹھتے اور ہم 86 Senators یہ کیوں ensure نہیں کر سکتے کہ ہمیں وہ proper position دی جائے اور proper آواز دی جائے۔ یہ سب ناٹک ہے اور یہ ملک اس لیے یہاں تک پہنچ چکا ہے، جہاں پر سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب کہہ رہے ہیں کہ سب اچھا ہے۔

جناب! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ریلوے کی privatization کرنی ہے تو کیا NLC private ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سوال کریں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: ریلوے کا سارا business NLCs نے لے لیا تو اس لیے ریلوے بیٹھی ہوئی ہے۔ ریلوے میں جس قدر corruption ہے، یہ سب جانتے ہیں۔ یہ سارے معاملات سب جانتے ہوئے، ہم آنکھیں کھول کر یہ سب کچھ ہونے دے رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سینیٹر فلک ناز صاحبہ کے سوال کے متعلق بات کریں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میں Interior کے متعلق سوال نہیں کرتی، مجھے ڈر ہے کہ مجھے کل کوئی اٹھا نہ لے، اس لیے میں اس بات سے careful ہوں۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ یہ بات باہر کر لیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پوری ذمہ داری سے آپ کے درمیان موجود ہوں۔ آپ مجھے موقع دیں کیونکہ میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے سنا ہے اور آپ بھی کبھی مسکرادیا کریں، آپ ہر وقت ناراض ہی رہتی ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں جوابات record کے مطابق دیتا ہوں اور وزارت پارلیمانی امور کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب ہمارے Cabinet Ministers ہمیں request بھیجتے ہیں تو وزارت پارلیمانی امور ان کے behalf پر ان سوالات کے جوابات دیتی ہے۔ یہ رسم آج سے نہیں ہے، یہ رسم دہائیوں سے ہے۔ سب سے ضروری بات یہ ہوتی ہے کہ ایوان سوال کے جواب میں جو material چاہتا ہے، وہ آپ کے سامنے رکھا جائے۔ آپ کے ضمنی سوالات ہوتے ہیں، میں اپنے عقل اور شعور کے مطابق جس حد تک جوابات prepare کرتا ہوں اور میں اپنے کام کو دیانتداری سے انجام دیتا ہوں۔ آپ نے ایک بات کی کہ ایک ہزار ٹیکس دینے والا بھی وزراء کے شاہانہ خرچ اٹھاتا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے سوال کیا ہے تو آپ اس کا جواب بھی سن لیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب! میں آج یہ بات وضاحت سے کہتا ہوں کہ موجودہ وفاقی کابینہ کے تمام اراکین تنخواہ نہیں لے رہے۔ میں آپ سے عرض کر دیتا ہوں کہ Federal Secretaries 300 litres petrol کا ہے، اس سے زیادہ ان کی Toyota Corolla 1800cc مقامی گاڑیاں ہیں، وہ کسی کی entitlement نہیں ہے، باقی اپنی private vehicles use کرتے ہیں۔ آپ ان سے روز ملتے بھی ہیں، وہ آپ کے جاننے والے اور دوست احباب بھی ہیں۔ جو لوگ سرکاری رہائش گاہوں میں رہتے ہیں، میں یہ بات آپ کے توسط سے کرنا چاہتا ہوں کہ Ministers utility bills اپنی جیب سے دیتے ہیں، یہ Rules میں provided نہیں ہے کہ سرکار ان کے bills دے۔ اس کو اگر کوئی controvert کرتا ہے تو میں یہ بات on record کہہ رہا ہوں کہ Federal Cabinet کے اراکین تنخواہیں نہیں لے رہے، انہوں نے رضاکارانہ طور پر تنخواہیں چھوڑی ہیں، شاید کوئی ایک آدھ صاحب لیتے ہوں۔

جناب! اس دن سب نے Cabinet meeting میں طے کیا گیا، میں اپنی بات بھی کروں گا، یہ بتاتے والی بات نہیں تھی کیونکہ یہ بات کہی گئی تو اس کے جواب میں کہہ رہا ہوں۔ میں repeat کر رہا ہوں کہ وزراء کو under the Rules utility bills کی

entitlement نہیں ہے، وہ اپنے بجلی اور گیس کے bills اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں۔ صرف ایک سرکاری رہائش گاہ وہ جس کے بدلے میں -/Rs.143000 ماہانہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ 1800cc گاڑی کا 300 litres petrol ہے، ان کے لیے ایک driver and security guard ہے۔ اس کے علاوہ آپ بتادیں کہ وہ کون سی ایسی مراعات ہیں جو ہم لیتے ہیں۔ باقی جو اپنی وسائل سے کر سکتا ہے، وہ ضرور کرتا ہے، لوگوں کے اپنے کاروبار ہیں، زمینداری ہے اور سلسلے ہیں۔ خدارا! جو لوگ اپنی محنت سے کام کر رہے ہیں، ان کو کبھی کبھار appreciate بھی کر دیا کریں، ان کو ہر وقت کٹہرے میں کھڑا کرنا ضروری نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی سینیٹر دوست محمد خان صاحب۔

سینیٹر دوست محمد خان: آپ کا بہت شکریہ۔ میں سینیٹر فلک ناز صاحبہ کے سوال کو آگے بڑھاتے ہوئے honourable Minister سے یہ پوچھوں گا کہ backward areas جو بڑے special areas ہیں اور وہ facilities سے محروم areas ہیں، ان کے لیے NADRA کی پالیسی کیا ہے کہ وہ وہاں پر اپنے دفاتر کھولیں گے یا نہیں کھولیں گے؟

جناب! نمبر دو ہے کہ ہم نے یہاں پر دیکھا ہے کہ اسلام آباد میں تین، تین دفاتر ہیں لیکن میرے اپر وزیرستان میں ایک بھی دفتر نہیں ہے، ہم تین سال سے چیخ رہے ہیں کہ ایک دفتر کھول دیں۔ پورا ضلع ہے اور اس کی پانچ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے اور اس کے باوجود ہمیں وہاں پر NADRA کا دفتر نہیں دیا جارہا تو Minister صاحب ذرا یہ explain کر دیں؟

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: سینیٹر دوست محمد خان صاحب نے جائز بات کی ہے۔ میں نے جیسے عرض کیا ہے اور میں نے خود بیان کیا تھا کہ جیسے اپر چترال کی مثال تھی کہ دو نئے centres کی قیام کی بات ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ NADRA کے پاس سہولت ہے کہ جو hard areas ہیں، جہاں فوری دفتر قائم کرنا یا hard season موسم سرما میں دفتر چلانا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں پر NADRA mobile vans کی سہولت بھی حاصل ہے، آج NADRA کے officials آئے ہوئے ہیں تو سینیٹر دوست محمد خان صاحب! میں ان کو آج ہی ہدایت کروں گا۔ آپ نے وزیرستان کا مسئلہ raise کیا ہے، وہاں پر ہمارے بھائی اور بہنیں رہتی ہیں، وہ پاکستانی ہیں، merger کے بعد بالخصوص ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ ان کے لیے سرکاری سہولیات door step تک جانی چاہئیں، اس کے لیے حکومت committed ہے۔ میں یہ معاملہ وزیر داخلہ سے take up کروں گا۔ ان شاء اللہ اگلے اجلاس میں آپ کی جو demand ہے کہ کسی شہر میں سہولت ہے اور کسی شہر میں سہولت نہیں ہے۔ کئی چیزیں ممکن ہوتی ہیں اور جو practically ممکن نہیں ہوتیں، ظاہر ہے کہ آپ 600 and 800 کی آبادی کے

لیے centres نہیں بنا سکتے لیکن آپ نے کہا کہ پانچ لاکھ کی آبادی ہے، آپ نے حیران کن کے طور پر کہا کہ وہاں پر ایک بھی centre نہیں ہے۔ وہاں پر mobile vans جاتی ہوں گی، اس کو examine کرکے اس کی feasibility دیکھ کر جو بن پایا تو وہ NADRA ضرور کرے گا۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز صاحب۔

سینیٹر محسن عزیز: یہاں پر ہماری بہن نے بات کی ہے، میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا لیکن ہمارے Interior Minister ہیں اور [1][***] اس طرح TV پر ہر وقت نظر آتے ہیں، پتا نہیں ہے کہ یہاں پر کیوں نظر نہیں آ رہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں یہ مناسب نہیں ہے، اس کو کارروائی سے حذف کرتے ہیں۔

سینیٹر محسن عزیز: ٹھیک ہے، اس کو expunge کر دیں، وہ میرے بھائی ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ان کو یہاں پر آج ہونا چاہیے تھا کیونکہ بڑے important questions ہیں۔ میرا یہ سوال ہے کہ 2023 میں 18000 ID cards cancel ہوئے ہیں، اس کے علاوہ 6000 detect کئے گئے ہیں جو fake تھے، اس کے علاوہ 12500 افغان refugees کو cards دیے گئے ہیں۔۔۔آگے۔۔۔T07

T07-22May2024 Tariq/Ed: Waqas. 11:30 am

سینیٹر محسن عزیز۔۔۔جاری۔۔۔اس کے علاوہ 6000 fake deduct کئے گئے ہیں، اس کے علاوہ 12500 افغان مہاجرین کو جو cards دیے گئے تھے وہ سعودی عرب میں جا کر deduct ہوئے ہیں۔ میرا سوال یہ تھا کہ اس سے متعلق یہاں کیا کیا گیا ہے، کیا actions لیے گئے ہیں، کن افسران کو اس بابت accountable ٹھہرایا گیا ہے؟

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ نادرا ایک Act کے تحت function کرتا ہے، اس میں طریقہ کار درج کیے گئے ہیں۔ Registration ایک بڑا ہی delicate عمل ہے کیونکہ آپ کی پاکستان یا جس بھی ملک کی شہریت ہے اس کے لیے National Database Registration Authority ہمارے ملک کی حد تک اس کے لیے responsible ہے۔ Detection and action کے بارے میں میرے خیال میں آنکھیں بند رکھنے کی بجائے ایک اچھی خبر ہے۔ اس میں ایک 5 members JIT بھی تشکیل دی

[1] [Word expunged as order by the Chair]

گئی ہے جو بڑی تفصیل کے ساتھ پچھلے دس سالوں کا forensic audit کر رہے ہیں کہ کس کس دور میں ایسی غفلتیں ہوئیں یا کوئی ایسے کام ہوئے یا irregularities ہوئیں جن کی وجہ سے جو پاکستانی شہری نہیں تھے ان کے لیے پاکستانی شناختی کارڈ کا حصول ممکن ہوا۔ انہی کی findings کی روشنی میں اور نادرا کے اندر جو ایک self-accountability کا mechanism چلا ہوا ہے یہ cases detect ہوئے اور under the law جو نادرا کا ہمارا 2000 کا ایکٹ اور آرڈیننس ہے اس کے under وہ سارے cancel کرکے انہیں show cause notices بھی کیے گئے اور ان میں جو officials responsible ہیں ان کا بھی تعین کرکے ان کے مقدمات بھیجے جا رہے ہیں۔ پہلے بھی Joint Investigation Team نے ایک preliminary report جاری کی تھی وہ نادرا کی موجودہ hierarchy کے زیر غور رہی ہے۔ وفاقی حکومت کی بھی ہدایات ہیں کہ اس میں بالکل شفافیت لائی جائے، کسی بھی ایک non-Pakistani کو اگر by-passing the law card دیا گیا ہے، اس کی registration کی گئی ہے it is an offence under the law of the land اس پر action ہوگا۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: شکریہ، جناب چیئرمین! بات ساری یہ ہے کہ یہاں پر سوالات ہوتے ہیں اور ان کے ضمنی سوالات کے لیے آپ ہمیں ضرور بولنے دیا کریں کیونکہ پہلے ہی سوال کے بعد آپ اسے کمیٹی کو بھجوا دیتے ہیں پھر اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ اور کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ہم اس پر مزید dialogue and debate کر سکیں۔ یہاں پر فلک ناز صاحبہ کا جو سوال ہے regarding the NADRA offices اس بابت نادرا کی صورت حال یہ ہے کہ یہ لوگ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی پہنچتے ہیں۔ اعظم نذیر تارڑ صاحب نے ہمیں بتایا کہ vans جاتی ہیں اور یہ سارا کچھ ہوتا ہے، میں نے اسلام آباد میں grass root level پر بہت کام کیا ہے اور میں نے بہت کوشش کی ہے اور وہ بہت facilitation دیتے ہیں مگر وہ پوری نہیں ہو پاتی ہے۔ سارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پورے پاکستان میں اگر 136 اضلاع ہیں، ہمارے ہاں 8000 سے زیادہ یونین کونسلز ہیں تو یہ Facilitation Centres اگر آپ انہیں Union Councils سے لے کے Village Councils تک لے جائیں، یہ میری نادرا اور وزیر داخلہ کو تجویز اور request ہے کہ اس پر نظر ثانی کریں اور غور کریں کہ CNIC کا حصول ہر پاکستانی شہری کا حق ہے اور یہ نادرا پر لاگو ہوتا ہے, it is the duty to register each and every case جیسا کہ ہر نکاح

کا یونین کونسل میں رجسٹرار ہوتا ہے جو نادرا کو data دیتا ہے، یونین کونسل کے دفاتر سے death and birth certificates دیئے جاتے ہیں اسی طرح سے یہ Facilitation Centres یونین کونسل اور ویلیج کونسل تک لے کر آئیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب مناسب بات ہے، جہاں تک جا سکتا ہے، کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ جو ہمارے وسائل ہیں ان کا بہتر سے بہتر استعمال کیا جائے اور اس طرح کی services لوگوں تک پہنچائی جائیں۔ Union Council level تک آج بات کرنا شاید wishful thinking ہو کیونکہ اس کے لیے بہت زیادہ وسائل درکار ہیں۔ لیکن ابھی بھی نادرا نے تحصیل اور ضلع کی سطح پر حتی المقدور کوشش کرکے اپنے systems install کر رکھے ہیں اور میرے خیال میں اگر ہم بالکل غیر جانب دارانہ بات کریں تو services provide کرنے والے محکموں میں شاید نادرا comparatively بہتر ہے، آبادی کا دباؤ over the years بہت بڑھا ہے، ہم اب 24 کروڑ سے تجاوز کرتے نظر آرہے ہیں۔ اب ساری ذمہ داریاں پیدائش کی رجسٹریشن پہلے manual ہوتی تھی وہ بھی اب نادرا کے ذریعے regulate ہوتا ہے۔ نکاح نامے پہلے manual تھے وہ بھی اب نادرا کے ذریعے بنتا ہے۔ آپ کا Family Registration Certificate (FRC) وہ بھی نادرا کے ذریعے بنتا ہے۔ اسلحہ لائسنسوں کی تجدید بھی نادرا کے ذریعے ہوتی ہے۔ شناختی کارڈ کا اجراء وہ ان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ان functions کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھی ہیں، اسی وجہ سے ان کی expansion بھی progressive ہے، ان شاء اللہ العزیز حکومت کی کوشش اور vision بھی یہی ہے کہ لوگوں کو ان کے دروازے تک سہولیات فراہم کی جائیں۔ جو جو آبادی کے clusters ہیں ان میں حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ وہاں پر یہ بنیادی سہولت میسر ہو۔ بہر کیف یہ ایک on-going process ہے، لمبی منصوبہ بندی کے ساتھ یہ چلتا ہے۔ آپ کی اچھی تجویز ہے، آج وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور سن بھی رہے ہیں۔ میں بھی وزیر داخلہ تک یہ بات پہنچاتا ہوں کہ اسے ہم progressively کتنا زیادہ اور پھیلا سکتے ہیں۔ شکریہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: You bring it to the people جہاں تک لوگ ہیں Village and Union Councils تک آپ اپنے Facilitation Centres کھولیں، اس طرح سے نادرا کی responsibilities کم ہوں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا سوال آگیا ہے، سوال repeat نہیں ہونا چاہیے۔ ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت ہو چکا ہے۔ اگلا سوال نمبر 7، سینیٹر ذیشان خانزادہ صاحب۔

Q. No.7.

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر ذیشان خانزادہ: جناب چیئرمین! میرا سوال یہ تھا کہ اسلام آباد میں جو public transport ہے اس کے علاوہ حکومت اپنا کوئی منصوبہ لا رہی ہے؟ جو public transport already موجود ہے اسے improve کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات لے رہی ہے؟ جواب میں بتایا گیا ہے کہ کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے، بس میٹرو بس والا منصوبہ ہی ہے جو کہ بہت limited ہے، ہم سب کو پتا ہے۔ ہم سب کو پتا ہے کہ اسلام آباد میں ٹریفک ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اگر ہم بہارہ کہو جائیں، ایئر پورٹ والی طرف سے آگے جائیں کیونکہ اسلام آباد بہت زیادہ پھیل گیا ہے اور کوئی bus transit system, mass transit system کچھ بھی نہیں ہے اور اگر planning میں بھی نہیں ہے تو ہم اسلام آباد کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ہم نے ان سڑکوں کو مکمل طور پر choke کر دینا ہے؟ یہ میرا سوال تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر proper debate ہونی چاہیے کیونکہ آج کل اسلام آباد میں پورے ملک سے لوگ آ رہے ہیں اور یہاں پر settle ہو رہے ہیں، specially ہمارے north کے لوگ ہیں، خیبر پختونخوا سے، north Punjab سے لوگ آ رہے ہیں اور settle ہو رہے ہیں۔ یہاں پر زیادہ سے زیادہ سرکاری ملازمین ہیں اور diplomatic community کو چھوڑ کر اور جتنے بھی Foreign Dignitaries ہیں وہ سارے یہاں آتے ہیں۔ اس لیے اس پر بات ہونی چاہیے کیونکہ ہر ملک میں کوئی بھی ایسا شہر ہو جس کی population بڑھتی جا رہی ہو تو اس کا ایک ہی solution ہوتا ہے کہ آپ انہیں mass transit system دیں جو کہ حکومت ہی دیتی ہے جس سے roads پر گاڑیوں کا load کم ہو جاتا ہے۔ میرا یہ سوال ہے۔ بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب جواب میں تفصیلات تو دی گئی ہیں کہ یہاں پر Red line metro track 22.5 kms ہے، اس کا کرایہ صرف تیس روپے ہے اور باقی اس کی subsidy حکومت CDA کے ساتھ مل کر دیتی ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں تین نئے routes کا اجراء کیا گیا ہے، orange line دی گئی ہے، تیس بسیں اس میں شامل ہیں۔ H-8 اسلام آباد سے ایئر پورٹ کا route شروع کیا گیا ہے، روزانہ پچیس ہزار مسافر اس پر سفر کرتے ہیں، کرایہ پچاس روپے ہیں اور اس کی مسافت 29 KM ہے۔ وفاقی حکومت اس پر سالانہ subsidy

700 million کی دے رہی ہے۔اسی طرح PIMS سے گلبرگ انٹر چینج پنڈی کے لیے بیس کلو میٹر کی مسافت ہے وہ route بھی شروع کیا گیا ہے جس کا کرایہ پچاس روپے ہے۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-08)

T08-22MAY2024 Mariam/Ed: Khalid 11:40 a.m.

(جاری)۔۔۔ سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: PIMS سے Gulberg interchange پنڈی کے لیے اس کا 20 km کا سفر ہے وہ بھی route start کیا گیا ہے 50 rupees rent کے ساتھ۔ یہ route البتہ منافع میں ہے پھر July, 2022 میں ten buses کے ساتھ green line start کی گئی تھی جو PIMS to Barakahu تک چلتی ہے۔ اس کی 15.5 km کی مسافت ہے، 50 rupees کرایہ ہے تقریباً 7000 مسافر روزانہ اس پر سفر کرتے ہیں۔ 97 million کی subsidy government اس پر دیتی ہے۔

Future plans کی آپ نے بات کی آپ بلکل ٹھیک فرمارہے ہیں کہ Islamabad کی پچھلے سالوں میں کافی unusual growth دیکھی گئی ہے population میں اور آبادی بڑھ رہی ہے، نئے projects آنے کی وجہ سے۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے وزیر اعظم میاں شہباز شریف صاحب نے اپنے پچھلے دور میں یہ ہدایت کی تھی کہ 13 عدد new routes کو عوامی transport کے جامع programs شروع کیے جائیں۔ 13 new stations کا قیام بھی کیا گیا 8.4 ارب کی لاگت سے CDA نے self-finance پر یہ کام شروع کیا۔ PC-1 اس کا مکمل ہے۔ Operational contract کے لیے NRTC کے ساتھ ہوا ہے جو کراچی میں bus service provide کر رہی ہے۔ 160 میں سے 30 buses کی availability start میں ہی ہو جائے گی باقی phase wise آئیں گی۔

اسلام آباد کے لیے مزید routes پر جو کام ہے ان میں sector B17 سے 26 نمبر چونگی تک ہے، Sector 16 سے I-16 سے 24 نمبر چونگی تک ہے، ترامڑی چوک سے آبپارہ تک ہے۔ ترامڑی سے کھنہ پل کا route چلے گا، Pirwadhai to IJP کا route ہے، G-8, G-9 sectors and G-11 sectors میں نئے route چل رہے ہیں۔ Sectors G-7 and G-6 to Nadra headquarters G-5 کا اور اسی طرح F-8, F10, F-11 کو cover کرنے کے لیے Kacheri Chowk وہاں سے شروع ہوگا جو embassy road کو connect کرے گا۔

یہ تمام چیزیں ongoing ہیں ان شااللہ آپ کو یہ سب جلد نظر آئے گا جو پہلا metro project ہے وہ بھی اسی حکومت نے 2014 میں شروع کیا تھا۔ آج ہزاروں لاکھوں لوگ روز اس سے مستفید ہوتے ہیں جو twin cities کو آپس میں ملاتا ہے Rawalpindi

Islamabad کو۔ CDA and Federal government committed ہیں ICT میں جو بہتر سے بہتر سہولیات مہیا کی جا سکتی ہیں ان شااللہ وہ مہیا کی جائیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز۔

سینیٹر محسن عزیز: میرا سوال یہ ہے کہ جو انہوں نے فرمایا کہ orange line جو ہے یہ میرے حساب سے اگر گستاخی نہ ہو اس کے اوپر 20 billion روپے لگے تھے اور اس کے لیے 30 buses dedicated ہیں جن میں سے آدھی خراب ہیں۔ میرے statistics کے مطابق جو میرے پاس آیا تھا اس میں دن میں تین سے چار ہزار آدمی سفر کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس کے اوپر بہت زیادہ خرچہ ہوا ہے اس کو کس طریقے سے فعال کیا جائے اور کس طریقے سے عوام کے لیے چلایا جائے کیونکہ اس وقت تک میرے خیال سے یہ ایک failed project ہے اور اس کے اوپر عوام کا اور CDA کا تقریباً 20 billion روپے اس وقت لگے تھے جس میں land کی cost شامل نہیں ہے اور اس میں ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک بس چلتی ہے جو کہ آج اور بھی کم ہو گئی ہے تو اس کے متعلق اگر ہمیں بتایا جائے کہ اس کو یا تو فعال کیا جائے یا اس کو scrap کیا جائے گا کیسے اس کو چلایا جائے گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: Scrap کی کوئی بات نہیں Islamabad کا project اتنی طویل مدت میں پورا کیا گیا اور جتنی تھوڑی cost میں، ان کے دور حکومت میں اس پر inquires بھی ہوئیں۔ یہ BRT Peshawar کی طرح کھٹائی کا شکار نہیں ہوا بلکہ یہ بنا اور پاکستان کی عوام خاص طور پر Rawalpindi and Islamabad کی عوام اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ میں نے شروع میں جو آپ کو figures دیے تھے ہزاروں مسافر روزانہ اسلام آباد کے ان routes کے اوپر اسی metro red line کی سہولیات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس کا کرایہ 30 روپے اس لیے رکھا گیا تھا کہ جو عام آدمی ہے اس کی سفری سہولیات میں حکومت contribute کرے اور CDA and government مل کر subsidy کی amount دیتے ہیں۔ ہم خیال پر بات کر دیتے ہیں کل بھی یہاں سے ایک آ گیا کہ خیبر پختونخوا سے Bishkek تک flight operations start کر دیے گئے ہیں اور بچے آ رہے ہیں۔ میں نے بعد میں جا کر aviation والوں سے پوچھا کہ وفاقی حکومت اور دونوں کا تناسب کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ پشاور ابھی تک ایک flight نہیں پہنچی ہے۔ Television and

newspapersپر بیانات ہیں لیکن ابھی تک کوئی flight operationalنہیں ہوئیBishkekسے البتہ پانچ flights

Islamabad, Lahore, Karachiکی تھیں وفاقی حکومت کی آئیں۔

میں نے اس پر پھر عرض کیا تھا کہ کسی اور حکومت نے Bangladesh, India, Egyptجن کے ہزاروں کی تعداد میں studentsہیں انہوں نے یہflightsنہیں بھیجیں لیکن صورتحال کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے وزیراعظم صاحب نے فوری طور پر یہ مناسب سمجھا۔ میں بات کو concludeکروں گا کہ یہ projectsجو چل رہے ہیں وہ successfullyچل رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے کوئی defaultنہیں ہےsubsidized ticketکے اوپر لوگوں کو سستی سہولیات میسر کی جارہی ہیں اور مزید13 routes addہو جائیں گے جو کہ شہریوں کی ضروریات کے مطابق۔ آج جو rate ہے اگرmetroآج بنائی جاتی تو یقین جانیں یہ جو20ارب کا projectتھا کیونکہ اسلام آباد کو ضرورت ہے شہر کیgrowthکی وجہ سے۔ اس کی آج کی اگر آپcostدیکھیں گے تو شاید وہ60 to 70ارب پر چلی جائے۔ جو International marketمیںratesمیںfluctuationہوئی جو ہماراforeign currency exchange rateمیں differenceآیا توinfrastructureبنائے ہوئے کبھیwasteنہیں ہوتے۔

لاہور اسلام آباد motorwayکو بھی شاہانہ خرچہ کہا گیا تھا، لاہور کی metro busکو بھی جنگلہ busکا نام دیا گیا تھا اور کہنے والوں نے پھر اسے پشاور میں replicateکیا تھا کہ پشاور کی عوام کو ضرورت ہے۔ آج ملتان میں، لاہور میں، اسلام آباد میں metro bus serviceآپ کو نظر آرہی ہے یہ چل رہی ہے۔ اچھے کاموں کی کم از کم تعریف کر دیا کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: میرا تعلق اسلام آباد سے ہے تو میرے لیے یہ بہت اہم سوال ہے۔ انہوں نے ہمیں سوال کے جواب میں جو دیا ہے کہ ایکblue lineہے جوblue line bus service foot pathکے ساتھ ساتھ چلنے والیserviceہے جوPIMSسے شروع ہو کرBarakahuختم ہوتی ہے اس کا فاصلہ 20 km ہے۔ اس کے نیچے پھر green lineہے اس کا بھی یہ کہا گیا ہے کہ green lineبھیfoot pathکے نزدیک چلنے والیserviceہے جوPIMSسے ہی شروع ہو کرBarakahuپر ختم ہوتی ہے اور اس کا فاصلہ 15.05 kmہے۔ یہ دوservicesچل رہی ہیں ایک ہی جگہ سے اور ایک ہی جگہ ختم ہو رہی ہیں اس کی بھی میں وضاحت چاہ رہی تھی کہ یہ routeاور کہیں جا سکتا ہے؟

دوبارہ بحال کیا جاPublic transport systemمیں خبر آئی ہے کہ پندرہ سال کے بعدdawn newsکو 18^{th} May

رہاہے.on the order of the DC Irfan Memon یہred zone area ہے تو میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ وہ پندرہ سال

جو یہprovisionنہیں دی گئی تھی اس پر پابندی تھی تو اس کی کیا وجوہات تھیں اور جو وجوہات تھیں وہ ان پر عبور ہو گئی ہیں، وہ حل ہو گئی ہیں۔

جس کی بناپر اسroute serviceکو بحال کیا جارہا ہےand specially public transport securityکا مسئلہ ہے۔ اسلام

آباد میںalreadyاگر آپ دیکھیں توsignalsپر جو سنتری بادشاہ آتے ہیں وہ ہوتے بھی نہیں ہیں اور جوred light signalsہوتے ہیں

وہاں پر کبھیlightsجلتی ہیں اور نہیں بھی ہوتیں۔ میں نے پچھلے دور میں بھی اس بات پر بہت سوال اٹھائے تھے کہ وہاں پر ہمیں موجودہ

constablesنہیں ملتے، traffic policeنہیں ہوتی ہے۔ ہمارے جو Dolphin squad mobileہے is it as

effective to control this additional routeانہوں نے جو شروع کر دیا ہےof public transportاور یہ

جوpublic transportچلے گی یہ کس کی نگرانی میں ہو گی اور اس کےpercussionsہم تو دیکھ رہے ہیں as a lay person,

common personاور یہ ان ہیred zoneان ہیareasمیں یہ راستہ کھولا جارہا ہے۔ اس کی وضاحت چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی اعظم نذیر تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: آپ نے جس معاملے کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں میرے پاس ابھیmaterialنہیں ہے آپ

سوال داخل کرا دیں۔ آپ کو exactly because it is a sensitive matter as per your own

estimationیہred zoneمیں اگر کھولی جارہی ہے تو اس کے لیے کیاprecautionsلیے جارہے ہیں،studyکیسے ہوئی ہے،

operatorتو ظاہر ہےICT جس کےunder transport authorityہے وہ ہی ہوں گے۔ آپ نے جوroutesکی بات کی وہ

functionalہیں۔ اس بارے میں آپ کا جوspecific questionتھا یہ آپ سوال جمع کرا دیں اور جو آپ نے عرض کیا ہے

کہtraffic policeکیavailabilityاور ان کے اشاروں کا نظام کس حد تک فعال ہو گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس پر بھی سوال جمع کرا

دیں اس کے جواب آ جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بہت شکریہ اعظم نذیر تارڑ صاحب آپ نے بہت تحمل سے۔۔۔appreciateکرنا چاہیے ناں۔ میرے

خیال میں ابھی ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے۔۔۔ (جاری)

جناب قائم مقام چیئرمین۔۔۔ جاری۔۔۔۔ میرے خیال میں ابھی ایک گھنٹے سے زیادہ وقت ہم نے سوالات میں گزار لیا ہے۔ جی، سوال نمبر 8، سینیٹر تاج حیدر صاحب۔

(Q. No. 8)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، ضمنی سوال؟

سینیٹر تاج حیدر: شکریہ، جناب چیئرمین! میرا مقصد کوئی شوقیہ سوال کرنا نہیں تھا بلکہ ایک مسئلہ الجھا ہوا ہے اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ جو جواب دیا گیا ہے اس کے مطابق 116 کنال زمین واگزار کی گئی ہے لیکن جو رپورٹیں اس کے ساتھ منسلک کی گئی ہیں ان کا اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو صرف 23 کنال زمین واگزار کی گئی ہے۔ اب جو زمینی صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ 32 خاندان اس زمین کے حقدار ہیں جن کے نام یہ زمین 1947 میں الاٹ کی گئی تھی۔ ان میں سے صرف دو خاندانوں کو قبضہ دیا گیا ہے۔ 30 خاندانوں کو ابھی تک قبضہ نہیں دیا گیا ہے۔ اسی طریقے سے ایک جو موضع ہے اس میں قابضین دو منزلہ اور تین منزلہ مکان بنا چکے ہیں اور تیسری generation وہاں پر رہ رہی ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کی خاطر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اس مسئلے کو کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ اس کا کوئی حل تلاش کیا جائے اور جن کا استحقاق بنتا ہے ان کو ان کا حق پہنچایا جائے۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! یہ بات مناسب ہے۔ اس میں سپریم کورٹ کے بھی کچھ orders تھے۔ اس میں کچھ کام ہوا بھی ہے۔ نیکا اور امیر خان ضلع اٹک کے دو موضعات ہیں جہاں پر کچھ حوالگی ہوئی بھی ہے آپ بجا فرما رہے ہیں کہ کچھ process رکا ہوا تھا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع اٹک نے Chairman, Evacuee Trust Property Board کے recommendation پر انتقالات منسوخ کیے ہیں۔ وہ چیزیں اب process میں ہیں۔ مزید کارروائی کے لیے FIA تیار ہے۔ جب بھی D.C Office ان کو کارروائی کے لیے کہے گا۔ سینیٹر تاج حیدر کی اگر یہ خواہش ہے کہ یہ معاملہ کمیٹی میں بھیج دیا جائے تو یہ مناسب بات ہے۔ کچھ لوگ ابھی تک اپنی property سے deprive of ہیں۔ اس کو کمیٹی میں بھیج دیا جائے تاکہ وہاں سے زیادہ تفصیل کے ساتھ رپورٹ آ جائے گی تاکہ یہ matter alive رہے اور ان کی شنوائی ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی دنیش کمار صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: تاج حیدر صاحب نے بہت اچھا question پوچھا ہے۔ 1947 میں جو سکھ اور ہندو یہاں سے migrate کر گئے تھے یہ ان کی جائیدادیں تھیں۔ سپریم کورٹ نے FIA کو حکم دیا ہے کہ پورے ملک میں واگزار کرائی جائے مگر جواب ہمیں صرف اسلام آباد کی حد تک آتا ہے۔ تارڑ صاحب! آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مندروں اور گردواروں پر قبضے ہیں مگر آج تک کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ ان کو واگزار کروایا جائے۔ وہاں پر باقاعدہ مارکیٹیں بن گئی ہیں۔ وہاں پر جانوروں کے اصطبل بن گئے ہیں مگر ان کو خالی کروانے کی کوئی جرات نہیں کر رہا ہے۔ جس طرح تاج حیدر صاحب نے یہ بہت اچھا ہی question raise کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی میں ہمیں بھی بلایا جائے اور تمام مندروں اور گردواروں کو اور ہمارے جتنے بھی عبادت گاہیں ہیں اور جہاں جہاں پر ان پر قبضہ ہے ان کو واگزار کروایا جائے۔

دوسری بات یہ ہے۔ تارڑ صاحب! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہ رہا ہوں گزشتہ ایک سال سے Evacuee Trust Property Board کا کوئی چیئرمین نہیں ہیں۔ ایک ایڈیشنل سیکرٹری کو چارج دیا گیا ہے جو اپنی دکانداری چلا رہا ہے۔ اربوں روپے کی جو جائیداد ہیں ان سے 500 سے لیکر 1000 روپے تک کرایہ وصول کیا جا رہا ہے۔ تارڑ صاحب! میں چاہتا ہوں کہ proper Chairman مقرر کیا جائے تاکہ حکومت کی بھی نیک نامی ہو۔ جناب عالیٰ! میں ان پر آپ کے comments چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی، بجا فرمایا ہے۔ میں FIA کی جو اس میں کارکردگی رہی ہے اس کے بارے میں بتاتا چلوں کہ ابھی تک FIA نے Evacuee Trust Property Board کی 6096 ایکڑز تقریباً 6100 کنال زمین جس کی قیمت تقریباً 40 ارب روپے ہے وہ recover کرکے ETPB کو handover کی ہے۔ اس کی تفصیلات ہم نے جواب کے ساتھ لگوائی ہوئی ہیں۔ FIA اسلام آباد سرکل نے بھی اپنے کام شروع کرکے تاج حیدر صاحب کا جو اٹک کا معاملہ تھا اس کو کافی حد تک آگے پہنچایا۔

میں مستقل چیئرمین کی تقرری کے بارے میں ضرور چیک کراؤں گا اور یہ مستقل ہونا چاہیے کیونکہ اس طرح کی جو اہم ذمہ داریاں ہیں وہ اہل اور جن کا میرٹ پر تقرر ہوا ہو انہی کے پاس ہونی چاہیے۔ میں ان شاء اللہ چیک کرکے آپ تک یہ تفصیلات پہنچا دوں گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، طاہر سندھو صاحب۔

سینیٹر خلیل طاہر: جناب چیئرمین! جس طرح میرے بھائی نے کہا۔ استاد محترم جانتے ہوں گے کہ Communal Property Act, 2002 بنا ہے۔ جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو شخص چرچ پراپرٹی، مندر پراپرٹی یا مسجد کو lease کرتا ہے تو both will be

punished for seven years. جناب چیئرمین! ہمارے بھی اسی طرح بہت سے سارے چرچز ہیں لاہور میں بھی ہیں اور دوسری بہت سی جگہوں پر ہیں جن پر illegal قبضے ہوئے ہیں۔ میری دردمندانہ اپیل ہوگی کہ وہ لوگ جو باہر سے آئے تھے۔ انہوں نے یہاں پر ادارے بنائے تھے اور اب مقامی لوگ ان کو بیچ رہے ہیں۔ تارڑ صاحب سے میری درمندانہ اپیل ہے کہ اس پر ضرور توجہ دی جائے کہ اس کے لیے ایک Act بھی بنا ہوا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو سات سال کی سزا دی جائے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! اگر ایسے واقعات ہیں تو اس وقت گیلری میں متعلقہ افسران موجود ہیں میں ان تک خود یہ پہنچاؤں گا۔ آپ اگر سوال جمع کرانا چاہیں تو آپ سوال جمع کریں تو تفصیلات بھی آ جائیں گی۔ اگر آپ کے پاس تفصیلات موجود ہیں کہ اس طرح کا فراڈ ہوا ہے تو اس پر بالکل حکومت اور متعلقہ محکمے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا تحفظ کریں اور قانون کی بالادستی ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وقفہ سوالات ختم ہوگیا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: چھٹی کی درخواستیں آئی ہیں۔

(مداخلت)

Leave of Absence

جناب قائم مقام چیئرمین: محسن صاحب اور ڈاکٹر زرقا صاحبہ آپ کو وقت ملے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ expunge کرتے ہیں۔ ہمارے پاس چھٹی کی درخواستیں آئی ہیں۔ سینیٹر راحت جمالی صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بناپر حالیہ اجلاس کے دوران مورخہ 21 تا 23 مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر راجہ ناصر عباس صاحب بعض نجی مصروفیات کی بناپر گزشتہ 337ویں اجلاس کے دوران مورخہ 26اور 29اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

(اس موقع پر پریذائیڈنگ آفیسر سینیٹر شیری رحمان کرسی صدارت پر متمکن ہوئی)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ (آگے T10 پر جاری ہے)

T10-22May2024 Rafaqat Waheed/Ed: Mubashir 12:00 noon

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب آرڈر نمبر 3 پر سینیٹر ڈاکٹر زرقا کا ایک calling attention notice ہے۔ جناب وزیر قانون! کیا آپ اس کا جواب دیں گے، کل جیسے بات ہو گئی تھی۔ میڈم! آپ پلیز calling attention put کیجیے۔

Calling Attention Notice raised by Senator Zarqa Suharwardy Taimur regarding recent appointments and amendment of Rules by the interim Rector of COMSATS University Islamabad

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: چیئرپرسن صاحبہ! بہت شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں پہلے calling attention notice کو پڑھ دیتی ہوں۔ میں کامسیٹس یونیورسٹی اسلام آباد کے عبوری ریکٹر کی حالیہ تقرری اور ان کی جانب سے قواعد میں ترمیم جیسے انتہائی اہم عوامی اہمیت کے حامل معاملے کی جانب وزیر برائے سائنس اور ٹیکنالوجی کی توجہ دلوانا چاہتی ہوں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ 22 اپریل، 2024 کے 'ڈان' اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں کامسیٹس میں ہونے والی بے ضابطگیوں کے متعلق پورا آرٹیکل تھا۔ کامسیٹس ایک technical institute تھا جسے 2018 میں یونیورسٹی کا status دیا گیا۔ یہاں پر ایک ریکٹر ڈاکٹر ایم۔ افضل تھے، جنہوں نے جولائی 2023 میں resign کیا۔ اس وقت ایک سینیئر پروفیسر ڈاکٹر ساجد قمر کو interim rector لگایا گیا۔ چونکہ کامسیٹس میں وائس چانسلر نہیں ہے، وہاں پر ریکٹر کی position ہے، اس لیے انہوں نے interim basis پر ریکٹر کا charge سنبھالا۔ خبر میں یہ لکھا ہے کہ چونکہ ان کو interim Rector بنایا گیا تھا تو انہوں نے اس دوران پچھلے تقریباً ایک سال میں وہ وہ changes in statute کی ہیں یعنی کامسیٹس یونیورسٹی کے laws میں جس کے یہ مجاز نہیں تھے۔ ان کا کام صرف یہ تھا اور ہے کہ day to day affairs کو دیکھیں۔ انہوں نے ایک تو لوگوں کی تقرریاں کیں۔ انہوں نے اس ضمن میں پروفیسرز لگائے ہیں جبکہ actually ہونا یہ چاہیے کہ ایک proper ad دے کر، ایک proper ریکٹر جو کہ interim نہ ہو، اسے لگایا

جائے۔ یہ جو پوری خبر ہے، اس کے حوالے سے جو بہت important بات ہے، وہ یہ ہے کہ یہ پاکستان کی صرف ایک یونیورسٹی نہیں ہے جہاں یہ ہو رہا ہے۔

کامسیٹس کے بارے میں تو تین سال پہلے بھی ایک امتحانی پرچہ leak ہوا تھا جو کہ انتہائی شرمناک تھا۔ اس پر بھی میں نے کوئی ایکشن نہیں دیکھا۔ ہمارے بڑے محترم عرفان صدیقی صاحب بیٹھے ہیں، وہ Education Committee کے head ہوتے تھے، I don't know کہ وہ جو پرچہ leak ہوا تھا، اس میں دیا گیا سوال انتہائی شرمناک تھا اور پاکستانی اخلاقیات کے بالکل خلاف تھا۔ اس کے اوپر دنیا میں دہائی ہوئی تھی لیکن ہم نے اس کے اوپر کوئی ایکشن نہیں دیکھا۔ یہ اسی مرض کی ایک علامت ہے، جس طرح ابھی ریلویز کی بات ہوئی، جس طرح ابھی Evacuee Trust کی بات ہوئی کہ آپ اوپر اچھا بندہ یا right man for the right job لگانا ہی نہیں چاہتے کیونکہ پھر حکومت کا اور اس کے اداروں کا کام چل پڑے گا۔ Education بہت important ہے لیکن ہم نے تو ہر چیز چھوڑ دی ہے۔ ہم نے افسر لگائے ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے یہ ہے کہ جس طرح سے افسر لگائے ہوئے ہیں، وہ ایڈیشنل سیکرٹری یا جو بھی ہیں، وہ کام چلاتے ہیں اور اس میں اپنے فائدے کو دیکھتے ہیں۔ میرا سوال اصل میں یہ ہے کہ یہ کیوں نہیں ہو رہا؟ پاکستان کی ٹوٹل around 156 public universities ہیں جن میں سے اس وقت 64 یونیورسٹیوں کا proper وائس چانسلر یا ریکٹر نہیں ہے۔ اس وقت 64 یونیورسٹیوں میں interim Rectors, interim Vice Chancellors کام کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہے؟

یہاں میں یہ بھی بتادوں کہ اس میں سے 29 پنجاب میں ہیں، 16 یا 22 خیبر پختونخوا میں، 4 سندھ میں ہیں جبکہ باقی بلوچستان میں ہیں۔ بنیادی طور پر ریکٹر اور وائس چانسلر لگانے کی ذمہ داری گورنر کی ہوتی ہے۔ میں تو ہمیشہ یہ کہتی ہوں کہ جب تک آپ لوگوں کو جوابدہ نہیں بنائیں گے، معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ پچھلے گورنرز جن کی ذمہ داری تھی، بلیغ الرحمان صاحب پنجاب میں تھے، آغا سراج درانی صاحب سندھ میں تھے، عبدالولی کاکڑ صاحب بلوچستان میں تھے، انہوں نے کیا کیا؟ ان سے کوئی سوال نہیں پوچھا جاتا۔ ہمارے ملک میں تو نہ کسی کی کوئی accountability ہوتی ہے، نہ کوئی سوال پوچھا جاتا ہے، ہر چیز بیوروکریسی پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ بیوروکریسی جس کا نیا نام رشتہ دارو کریسی ہونا چاہیے، وہی سب کچھ چلاتی ہے۔ وہ سیاہ سفید جو چاہے کرے۔ یہاں نہ ہم پڑھنے کے قابل ہیں، نہ لکھنے کے قابل ہیں اور نہ ہی ہم کوئی سوال کرکے اس کا جواب لینے کے قابل ہیں۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتاتی ہوں، میری بات سنیں، جب آپ حکومتی بینچز پر بیٹھتے ہیں، آپ بہت سمجھدار ہیں، تھوڑا دل وسیع کریں، تھوڑا سننے کی صلاحیت پیدا کریں۔ کل ہم نے جو یہاں پر باتیں سنیں۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! آپ نے سوال put کر لیا اور آپ نے بہت important points raise کیے ہیں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: ابھی میں نے اصلی important point تو raise کرنے ہیں۔ کل بھی ہم نے بڑے بھاشن سنے۔ بات یہ ہے کہ عدلیہ کے خلاف بڑی باتیں ہوئیں لیکن ایسی باتیں جو پہلی مرتبہ ہوئیں، جن لوگوں کو آپ جانتے نہیں ہیں، آپ ہمارے لیے بہت محترم ہیں، پہلی مرتبہ آپ کی تقریر سنیں تو یقین کر لیں گے لیکن جب قول اور فعل میں اتنا بڑا تضاد ہوتا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! پلیز آپ calling attention پر رہیں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: جب قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے تو پھر سوال بنتے ہیں اور پھر سچ کو آپ لوگوں کی آنکھوں سے نہیں ہٹا سکتے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میڈم! آپ مہربانی فرما کر اپنے calling attention پر رہیں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: واپس آجاتے ہیں calling attention پر۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اتنی لمبی تقریر نہیں ہوتی۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: وائس چانسلرز اور ریکٹرز کے لیے ایک طریقہ کار ہے۔ میں آج ایک خط لائی ہوں جو ہائر ایجوکیشن کمیشن کے چیئرمین، ڈاکٹر مختار نے ہر گورنر کو خط لکھے ہیں۔ پچھلے سال اگست سے وہ خط لکھ رہے ہیں کہ آپ timely appointment of Vice Chancellors, Rectors and heads of universities کریں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: یہ HEC نے کامسیٹس کے حوالے سے لکھا ہے۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: صرف کامسیٹس کے حوالے سے نہیں بلکہ سب کے حوالے سے ہے۔ ہم نے بھی اس حوالے سے گورنرز کو خط لکھے ہیں، President کو خط لکھے ہیں کہ یہ کیوں نہیں ہو رہا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بہت جائز سوال ہے۔ میرے خیال میں آپ کا سوال clear ہو گیا۔ اس پر اب جناب وزیر قانون! مفصل جواب دیں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: پہلے مجھے اپنی بات ختم کرنے دیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ ضروریات کیا ہیں؟ آپ کو ایک selection process اختیار کرنا ہوتا ہے۔ آپ مجھے بولنے دیں۔ اگر ایوان میں آکر آپ بولنے نہیں دیں گے تو بات آگے نہیں بڑھے گی۔ کل بھی مجھے بولنے نہیں دیا گیا، آج بھی نہیں بولنے دیں گے، آپ تھوڑا تحمل پیدا کیجیے، ہماری بات سن لیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! آپ کا calling attention کافی وسیع ہو گیا ہے۔ آپ بس wind up کریں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: کامسیٹس یونیورسٹی میں اس وقت registrar, treasurer, controller all are on interim charge. How can people on interim charge do what is needful? وہاں پر جس قسم کی تقرریاں ہوئی ہیں، head of the department بنے، کیونکہ یہ جو ساجد قمر صاحب ہیں، انہوں نے فزکس میں Ph.D کی ہوئی ہے۔ He is from the Physics Department. ڈاکٹر وقاص مسعود جو 9 اپریل، 2021 کو فزکس کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ لگے تھے لیکن جب ساجد قمر صاحب آئے تو انہوں نے ان کو change کرکے ایک جونیئر پروفیسر کو لے آئے کیونکہ وہ ان کے پسندیدہ تھے۔ یہ جو پسندیدہ لوگوں کو لانے کا سسٹم ہے، یہ اسی لیے ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ نے بہت وضاحت سے شواہد بھی دیے ہیں۔ Excellent point made. اب میں سننا چاہوں گی جناب وزیر قانون کو کیونکہ انہوں نے اس calling attention کی ذمہ داری لی ہے۔ جناب وزیر قانون! آپ بھی اس کا مفصل جواب دیجیے گا۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: وہ جواب دیں لیکن اس کو کمیٹی میں بھیجنا ہوگا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! وہ کریں گے لیکن آپ پہلے ان کا جواب سن لیں۔ شکریہ۔

Senator Azam Nazeer Tarar

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں بڑے ادب سے عرض کروں گا۔ Calling attention سے ہٹ کر بھی بہت کچھ کہا گیا، سر آنکھوں پر، ضرور کہیے لیکن اس ہاؤس کی ایک رسم روایت ہے، ہمیں اس کے مطابق proceedings کو چلانا چاہیے۔ آپ نے تین لائنوں کا calling attention بتایا، آپ اس کو explain کردیں، مجھ سے جواب لے لیں، اس کے بعد further کسی دوست نے بات کرنی ہو تو میں اس کے لیے بھی حاضر ہوں۔ Calling attention کامسیٹس یونیورسٹی کا ہے۔ کامسیٹس یونیورسٹی ایک ordinance کے ذریعے سال

2000 میں قائم کی گئی تھی۔ اس کے بعد 2018 میں اسے ایکٹ میں convert کر دیا گیا۔ ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے functions بڑھا دیے گئے۔ کامسٹیس پاکستان کی چند اچھی یونیورسٹیوں میں سے ہے جس کی international ranking بھی بہت بہتر ہے۔ ملک میں بھی وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اندر leading role play کر رہی ہے۔

کامسیٹس یونیورسٹی کے جو ریکٹر تھے، اس وقت ڈین آف سائنسز تھے ساجد قمر صاحب، وہ ایک ماہ کی چھٹی پر کینیڈا گئے اور انہوں نے وہاں سے اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔ وہ استعفیٰ، کامسیٹس ایکٹ کے تحت صدر عارف علوی صاحب نے جو کہ چانسلر تھے، وہ استعفیٰ بغیر کسی اعتراض کے accept کر لیا۔ وہ right ہے کسی بندے کا کہ وہ ایک مہینے کا نوٹس دے کر استعفیٰ دے دے۔ آپ کہہ رہی ہیں ڈاکٹر ساجد قمر صاحب تو میں عرض کرتا ہوں کہ جن کے استعفیٰ کے بعد پھر ضرورت پیش آئی۔ جو تقرری کا عمل تھا، اس کے لیے اس وقت کے صدر عارف علوی صاحب نے کوئی تقریباً تین چار ماہ کی تاخیر سے search committee constitute کر دی۔ (جاری۔۔۔۔۔T11)

T11-22May2024 Naeem Bhatti/ED; Waqas 12:10 pm

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ (وزیر قانون): (جاری۔۔۔) جی میں عرض کرتا ہوں کہ جن کے استعفیٰ کے بعد پھر ضرورت پیش آئی۔ تقرری کے عمل کے لیے اُس وقت کے صدر عارف علوی صاحب نے تقریباً تین، چار مہینوں کی تاخیر سے Search Committee constitute کر دی، وہ اختیار Chancellor کا ہے۔ Search Committee was headed by Ch. Aitzaz Sahib جو وزارت خارجہ کے سابق Secretary ہیں اور سفیر بھی تعینات رہے ہیں۔ انہوں نے پروفیسر دخشہ سید صاحبہ کو جو قائداعظم یونیورسٹی کی ایک retired professor تھیں، COMSATS University کے founding Rector ڈاکٹر جنید زیدی صاحب کو اس کا رکن بنایا گیا۔ اس کے علاوہ rules کے تحت senior most professors میں سے بھی ہوتے ہیں، اس کے لیے ڈاکٹر روبینہ فاروق اور جنرل عمران مجید صاحب NUMS Islamabad کے Ex-Vice Chancellor تھے، Search Committee میں یہ تقرریاں کر دی گئیں۔ اخبار میں اشتہار شائع ہوا، process ہوا اور اس میں 80 people shortlist ہوئے جو qualify to be appointed as per terms and conditions ہوئے۔ ان 80 people کے interviews کا سلسلہ پچھلے ہفتے مکمل ہوا ہے اور آج پھر کمیٹی کی meeting ہے، انہوں نے ان 80 people کا comparative analysis کر

کے تین کا panel final کرنا ہے۔ یہ تین لوگوں کا panel صدر صاحب کو بھیجیں گے اور صدر صاحب بطور Chancellor Rector کا تقرر کر دیں گے۔ یہ تو وہ سلسلہ ہے جو ماضی میں ہوا۔

آپ نے دوسری بات یہ کہی کہ Acting Rector COMSATS rules میں appointments and amendments کر رہے ہیں جس کی وجہ سے تشویش پائی جاتی ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ under instructions کہہ رہا ہوں کہ وزارت کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے اور ان کا staff بھی آیا ہوا تھا، COMSATS کی concerned Ministry, Ministry of Science and Technology ہے، ان کے Addl. Secretary موجود ہیں۔ انہوں نے یہ ساری بات مجھے لکھ کر بھی دی ہے اور مجھے اس پر brief بھی کیا ہے۔ Under the 2018 Act, Act میں تبدیلی اس ایوان کا اختیار ہے، پارلیمان کا اختیار ہے، کوئی شخص Act میں لکھے ہوئے کسی لفظ کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ Rules میں تبدیلی کا اختیار with the prior sanction of the Federal Government COMSATS کا Senate ہے جس کے سربراہ صدرِ مملکت ہیں۔ میں on record یہ کہہ رہا ہوں کہ Acting Rector نے کسی rule and regulation میں تبدیلی کی اور نہ وہ کر سکتے ہیں، under the scheme of law this prerogative rest with Senate of COMSATS University which comprises of President being the Chancellor of the University, اس کی composition آپ سب کو معلوم ہے، اس میں parliamentarians بھی ہوتے ہیں، وزراتوں کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! Senate نے اس دوران یہ rules اپنی صوابدید کے مطابق change کیے ہیں، is that what you are saying?

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: نہیں جی، rules نہیں بدلے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں بدلے، for the record نہیں بدلے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ان کا سوال یہ ہے کہ Acting Rector نے اپنی مرضی سے change کر لیے ہیں جو نہیں کر سکتے تھے۔ Senate کے اختیار کو ہم takeaway نہیں کر سکتے کیونکہ Legislature نے Senate کو اختیار دیا ہے۔ ہر ادارے کو rules making کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ادارے کو فعال طریقے سے چلانے کے لیے rules میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کریں۔ ویسے وہ

rules under the scheme of law…

Madam Presiding Officer: What about the appointments?

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی میں وہ بتاتا ہوں۔ انہوں نے اخباری خبر کے مطابق خود فرمایا ہے کہ acting تقرریاں کی گئی ہیں، Acting Rector کا mandate ہے کہ اس نے یونیورسٹی چلانی ہے، اسے بند تو نہیں کرنا۔ ایک head of department چھٹی پر چلے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ senior most professor کو آپ نے acting head of department لگانا ہے، Registrar بیمار ہو جاتے ہیں، ہسپتال داخل ہو جاتے ہیں، آپ نے Addl. Registrar کو Acting Registrar کا charge دینا ہے، this is what the Act says, it talks about the powers of the Senate, powers of the Syndicate, powers of Rector and what functions an Acting Rector can discharged. I am stating on the floor of the House that no violation of such kind has taken place, this is what I have been conveyed. مستقل Rector کی تقرری کا عمل Search Committee مکمل کر چکی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آج ان کی دوبارہ meeting ہے، آج یا کل وہ اپنی recommendations تیار کرکے panel صدر مملکت کو بھیجیں گے پھر Chancellor کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اُس panel میں کس آدمی کا تقرر کرتے ہیں۔

میڈم چیئرپرسن! آخری بات یہ ہے کہ کہا گیا کہ ملک کے بہت سارے حصوں میں ساٹھ سے زائد یونیورسٹیاں ہیں جن کے Vice Chancellors regular نہیں ہیں، یہ تشویش ناک بات ہے۔ میں اس بارے میں کچھ عدالتی فیصلوں کا حوالہ دوں گا کیونکہ Caretaker Government آئی تھی تو اس کے mandate میں بھی day to day affairs کی حد تک کافی جگہوں پر لکھا گیا ہے۔ اس میں high courts کی کچھ judgments ہیں، یہ معاملہ لاہور ہائیکورٹ میں بھی زیر التوا رہا ہے کہ آیا یونیورسٹیوں کے مستقل vice chancellors اُس دور میں appoint ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس حوالے سے چیزیں slow تھیں اور رکی ہوئی تھیں۔ It is not my domain and function but this is the firsthand knowledge that I have, because I happened to be in a meeting in Punjab, انہوں نے Search Committee قائم کر دی ہے، پنجاب کی یونیورسٹیوں کی جو medical side کی ہیں، ان کی Search Committee medical scientists پر مشتمل ہے، engineering universities کے لیے Search Committee اس field کے experts پر مشتمل ہے جبکہ

science and arts کے لیے different search committees ہیں۔ They are convening meetings,

advertise ہو گئی ہے، process ہو جائے گا۔ میں آخری بات کے جواب میں یہ بھی تشریح کر دوں کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ 18th

Amendment کے بعد education devolved subject ہے۔ وفاقی حکومت curriculum کی uniformity and

basic standards of education کے لیے HEC کے ذریعے ایک کردار ادا کرتی ہے اور HEC کا Act ہمارے domain میں

ہے، باقی secondary and higher education صوبوں کو منتقل ہو چکی ہے۔

آپ نے خود کہا کہ خیبر پختونخوا کی بائیس یونیورسٹیاں ہیں، پنجاب کی بتیس یونیورسٹیاں ہیں، سندھ کی یونیورسٹیاں ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ لفظ Chancellor نہیں بلکہ Governor ہی آتا ہے لیکن وہ بھی ہمیشہ advice پر کام کرتے ہیں۔ اس میں Chief Ministers کی advice بڑی relevant ہے، اس پر بھی judgments موجود ہیں۔ اس لیے وہ سارا process کر رہے ہیں، میرے خیال میں اگر ہم انہیں یہاں سے حکم نامے جاری کریں گے تو یہ صوبائی خودمختاری کے حوالے سے interference ہو گی۔ شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر قانون! بالکل صحیح ہے، آپ صوبوں کے حقوق سے تجاوز تو نہیں کر سکتے، تجاوزات کی کافی discussion چل رہی ہے اور اگر ہم بھی صحیح راستے پر عمل پیرا رہیں گے تو بہتر ہو گا۔ This is talked out.

(Interruption)

Madam Presiding Officer: No, there is absolutely no,

سینیٹر زرقہ! آپ براہ this is talked out, he has adequately answered. دیکھیں اس میں کمیٹی کا کچھ نہیں بنتا، مہربانی تحمل سے کام لیں۔ جب کمیٹی بن جائے گی، آپ اس میں raise کر لیجیے گا۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: دیکھیں Calling Attention Notice پر کوئی اور بات نہیں ہو سکتی، سینیٹر قراۃ العین نے بھی درخواست کی ہے۔ جس کے نام پر Calling Attention Notice ہوتا ہے، وہی بات کر سکتا ہے، آپ جانتی ہیں۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: You can be part of the process when the Committee is formed.

(Interruption)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ Calling Attention Notice پر جس سینیٹر کے دستخط ہوتے ہیں وہی بات کرسکتا ہے، اس پر کوئی لچک نہیں ہوگی۔ آپ بعد میں point of public importance پر بات کرلیں۔

Order No. 4 is in the names of Senators Qurat-ul-Ain Marri, Zamir Hussian Ghumro, Muhammad Aslam Abro, Poonjo and Syed Kazim Ali Shah. Senator Qurat-ul-Ain please raise the matter.

<u>Calling Attention Notice raised by Senator Qurat-ul-Ain Marri regarding privatization of PIA</u>

Senator Qurat-ul-Ain Marri: Thank you Madam. We would like to draw the attention of the Minister for Privatization towards 'the lack of transparency in all stages of divestment and privatization of the Pakistan International Airlines including but not limited to financial process, issuance of expression of interest, bidding, contract awarding and segregation of core and non-core assets and liabilities of PIA'.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! آج کل اخبارات میں PIA کی privatization کے بارے میں بہت زیادہ خبریں چل رہی ہیں۔ اگر ہم
پہلے تاریخ کو تھوڑا سا دیکھ لیں that PIA was once a jewel of the region. PIA وہ airlines ہے جس نے کئی
airlines کو پیروں پر کھڑا کیا ہے۔ اس کے بعد it is a travesty and a tragedy جو حال ہم نے PIA کا کر دیا، ہمیں over-
employment کا ایک lollypop دے دیا جاتا ہے but no, fact is that the employment ratio of PIA is
not great as compared to many other airlines across the globe. ہم بات تو کرتے ہیں کہ PIA میں
Grade 1 to 4 کے employees بہت زیادہ ہیں، daily wagers employees بہت زیادہ ہیں، fact is that
Grade 1 to 4 کے employees, daily wagers کی تنخواہوں میں اتنے عرصے کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

(جاری۔۔۔۔۔۔)

T12-22May2024 Abdul Razique/Ed:Khalid 12:20 p.m.

سینیٹر قراۃالعین مری:--(جاری)--- ہم یہ بات تو کرتے ہیں کہ PIA میں گریڈ 01تا04 اور daily wagers بہت زیادہ ہیں but the fact is that کہ گریڈ 01تا04 اور daily wages پر کام کرنے والوں کی تنخواہوں میں اتنے عرصے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے جبکہ جو management ہے، اسے increments and outrageous perks ملے ہیں۔ اس پر کوئی سوالیہ نشان نہیں ہوتا؟ Management decisions کو question نہیں کیا جاتا۔ Has there ever been an assessment of the disastrous decisions of the management taken to deliberately bring down the PIA? آپ PIA کے اچھے، اچھے جہاز tarmak پر rout ہونے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، آپ ہمارے routes بیچ دیتے ہیں اور آپ کراچی سے headquarters shift کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک منسٹر deliberately ہمارے pilots پر اتنا بڑا سوالیہ نشان اٹھا دیتا ہے کہ اس کے بعد ہمارے pilots ہی ground ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ہم جہاز اڑانے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ After that when all that is proven to be untrue, میں تو حیران ہوں کہ ان منسٹر صاحب پر Article 6 کیوں نہیں لگا۔ PIA is a state institution and with a deliberate design, he wanted to bring it down. ہم PIA کی privatization کی بات کرتے ہیں لیکن at the same time in Sindh, we have been globally acknowledged for successful public-private partnership business model. ہمیں privatization کی اتنی جلدی لگی ہوئی ہے کہ کوئی information sharing نہیں ہو رہی اور کوئی transparency بھی نہیں ہے۔ ہم deliberately flights delay کر دیتے ہیں، جہاز خراب کر دیتے ہیں، pilots کے licenses جعلی ہونے کی بات کر دیتے ہیں کہ بس PIA سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ It is really sad to see that once what was the queen of skies is now floundering on the ground. This is not what people of Pakistan wanted ہم یہ نہیں دیکھنا چاہتے so the Government needs to be to see Pakistan International Airlines.

transparent in all its plans and ideas needs to talk about higher management not just about hapless employees جن کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلائی جارہی ہے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ اس Calling Attention Notice میں سینیٹر ضمیر حسین گھومرو کا بھی نام ہے۔ میں اس کے متعلق ایک اضافی بات کرنا چاہوں گی۔ جیسے کہ سینیٹر صاحبہ نے ابھی employees کی بات کہ تو جب Standing Committee on Aviation میں PIA privatization business plan دکھایا گیا تو وہ burden نہیں تھے بلکہ fleets کی کمی اور routes اونے، پونے بیچنے کا مسئلہ تھا۔ خیر اس کے بعد license gate بھی ہوا۔ آپ سب نے دیکھا کہ اس میں کیا ہوا اور PIA and its pilots کی کیا حالت بنی۔ ابھی سینیٹر صاحبہ نے بالکل صحیح کہا کہ PIA ہمارے لئے ایک jewel کی حیثیت رکھتی تھی لیکن افسوس کی بات ہے کہ deliberately اسے نقصان پہنچایا گیا۔ سینیٹر ہمایوں مہمند! آپ تشریف رکھیں کیونکہ .I can give my observations سینیٹر قراۃالعین مری کے بعد سینیٹر ز ضمیر حسین گھومرو، محمد اسلم ابڑو، پونجو اور کاظم علی شاہ نے بھی بات کرنی ہے۔ براہ مہربانی آپ بار، بار وہی باتیں repeat نہ کریں بلکہ اپنے ideas share کریں کیونکہ منسٹر صاحب بھی موجود ہیں۔ جی سینیٹر ضمیر حسین گھومرو۔

<u>Senator Zamir Hussain Ghumro</u>

سینیٹر ضمیر حسین گھومرو: شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! سینیٹر قراۃالعین مری نے آپ کو تفصیلی طور پر بتایا کہ PIA کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جو last Government تھی، اس کے منسٹر صاحب نے pilots' licence کے جعلی ہونے کے متعلق جو statement دی تھی، اس سے PIA کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ PIA مسلسل خسارے میں چلی جارہی ہے۔ ہمیں تو یہ لگتا ہے کہ PIA کو بیچنے کے لئے یہ کوئی pre-planned scheme ہے۔ اخبار میں خبریں آتی ہیں کہ حکومت PIA privatize کررہی ہے۔ اس کی کوئی detail نہیں ہے کہ کسے بیچ رہے ہیں۔ کبھی کسی ملک کا نام آتا ہے تو کبھی کس کا۔ کوئی transparency نہیں ہے اور public representatives کے ساتھ کچھ بھی share نہیں کیا جاتا ہے۔ اس پر بہت apprehensions ہیں کیونکہ PIA headquarters کراچی سے شفٹ کیا گیا۔ اس پر سندھ کے لوگوں میں concern ہے۔ یہ کہا جارہا ہے کہ کافی بھرتیاں ہوئی ہیں، employee staff surplus میں ہے اور انہیں slash کریں گے جس سے ملازمین میں کافی concern ہے کہ اگر PIA privatize ہوتی ہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ اسی طرح دیگر اداروں کے headquarters بھی شفٹ ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات clear کرنی چاہیے کہ اس process میں transparency

کیسے ہوگی اور اسے آگے کیسے بڑھایا جائے گا۔ جیسے سینیٹر عینی نے کہا کہ سندھ میں successful public private partnership model ہے تو ابھی جو Federal Government privatization کر رہی ہے تو اس میں یہ پالیسی کیوں نہیں ہے؟ شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ اگلے سپیکر چونکہ سینیٹر محمد اسلم ابڑو تھے لیکن وہ بتا کر چلے گئے ہیں۔ اس لئے اگلے سپیکر سینیٹر پونجو ہیں۔ جی سینیٹر پونجو۔

Senator Poonjo

سینیٹر پونجو: شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! یہ Calling Attention Notice سینیٹر قراۃ العین مری نے پیش کیا ہے، میں سب سے پہلے تمام حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہوں گا اور request بھی کروں گا کہ Pakistan International Airlines کا نام پاکستان سے شروع ہوتا ہے اور پاکستان ہماری جان ہے۔ ہم اپنی ایئر لائن کو فروخت کرنا چاہ رہے ہیں تو کیا ہم اسی طرح اپنے تمام اداروں کو فروخت کرنا شروع کر دیں گے۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ default کر گئی ہے لیکن پاکستان میں چلنے والی دوسری ایئر لائنیں بہت اچھے طریقے سے چل رہی ہیں اور کما بھی رہی ہیں اور PIA کی bidding میں شامل بھی ہو رہی ہیں۔ Default کی وجہ تو corruption ہی ہو سکتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی قومی ایئر لائن کو بیچنا چاہ رہے ہیں؟ Emirates Airlines کی mother بھی PIA ہے لیکن آج ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ Air Arabia PIA کے لئے bid بھر رہی ہے کہ یہ ہمیں دیا جائے۔ سکھر، تربت، گوادر اور ملک کے دیگر علاقوں سے سفر کرنے والوں کا کیا ہوگا؟ ان کی airports کا کیا ہوگا؟ آپ نے دیکھا کہ میرپور خاص اور حیدر آباد airports بند کر دیے گئے۔ یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ سکھر ایئرپورٹ خسارے میں ہے۔ آپ ایسا کر کے یہ تمام ادارے بیچتے جائیں گے۔ یہ اس سے کیا میسج دے رہے ہیں؟ کیا ہم یہ میسج دے رہے ہیں کہ ہم پاکستانی نا اہل ہیں اور ہمارے لوگ اسے بہتر طریقے سے چلا نہیں پا رہے ہیں۔ ان میں improvement لائی جائے لیکن اس طریقے سے انہیں فروخت نہیں کیا جائے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جی سینیٹر کاظم علی شاہ۔

Senator Syed Kazim Ali Shah

سینیٹر سید کاظم علی شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! سینیٹر صاحبان نے جو issue اٹھایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ PIA کو مت بیچیں بلکہ public private partnership کے ذریعے چلائیں اور یہ صحیح رہے گا۔

میرے خیال میں یہ ایک مافیا ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ وہ پاکستان کے ادارے بیچ کر پاکستان کو ترقی دینا چاہتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے اور شاید یہ لوگ اس کے بعد پورے پاکستان کو ہی نہ بیچ دیں۔ میری گزارش ہے کہ اس کے حل کے لئے آپ seriously سوچیں، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ منسٹر صاحب! مجھے یقین ہے کہ آپ نے سینیٹر صاحبان کی تمام باتیں نوٹ کرلی ہیں۔ ابھی آپ جواب دیں۔

Mr. Abdul Aaleem Khan (Federal Minister for Privatization)

جناب عبدالعلیم خان (وفاقی وزیر برائے نجکاری): شکریہ، میڈم چیئرپرسن صاحبہ! محترم سینیٹر صاحبان نے جو points اٹھائے ہیں، وہ بڑے relevant ہیں۔ بلاول صاحب نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس کی ممبر آپ بھی تھیں۔ اس میں سینیٹر سلیم مانڈوی والا اور سید نوید قمر بھی شامل تھے۔ آپ میرے پاس تشریف لائے تھے اور میں نے آپ کو نجکاری کا process بتایا تھا۔ ابھی جیسے سینیٹر صاحبہ نے بالکل صحیح کہا کہ جو نچلے طبقے کا ملازم ہے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ قصور کس کا ہے؟۔۔۔ جاری T13

T13-22May2024 Taj/Ed. Mubashir 12:30 p.m.

جناب عبدالعلیم خان:۔۔ ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ قصور کس کا ہے، وہاں کس نے زیادہ بھرتیاں کیں۔ اگر management سے کام ٹھیک نہیں چل رہا تھا، management کام نہیں کر رہی تھی تو کس کا اختیار تھا، کس کی ذمہ داری تھی کہ وہ management کو ٹھیک کام کرنے پر مجبور کرتی اور اگر وہ ٹھیک کام نہیں کر رہے تھے تو ان کو تبدیل کرتے۔ میں کسی کو blame کیے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم پچھلے ادوار کو دیکھیں تو مختلف حکومتیں مختلف ادوار میں رہی ہیں۔ یہ خسارہ بڑھتا گیا، یہ خسارہ پچھلے چھ مہینے یا سال میں تو نہیں ہوا، یہ خسارہ اب 830 ارب روپے ہے، ہم نے اسے یہاں تک لانے کے لیے کئی دہائیاں لگائی ہیں۔ یہ تباہی کا سلسلہ پچھلے تین مہینے یا چھ مہینے میں شروع نہیں ہوا، پی آئی اے کو اس نہج تک پہنچانے میں بڑی محنت ہوئی ہے۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ میں یہاں کھڑا ہو کر کسی ایک شخص یا کسی ایک حکومت کو ذمہ دار ٹھہراؤں۔ اس میں سب نے اپنا اپنا حصہ ادا کیا ہے اور without getting into the blame game I want کہ ہم اس بات کو realize کرلیں کہ حکومت کا کام کاروبار کرنا نہیں ہے، حکومت کا کام facilitate کرنا ہے۔ جب حکومت کاروبار کرنا شروع کرتی ہے تو انجام یہی ہوتا ہے جہاں ہم پہنچ گئے ہیں۔

میڈم ! لمبی تفصیل ہے۔ آج کی تفصیل یہ ہے کہ ہم 830 ارب روپے کے خسارے کا سامنا کر رہے ہیں۔ جو بات میری محترمہ بہن نے کی ہے، بالکل ٹھیک ہے کہ اگر آج آپ کے پاس fleet ہو تو وہاں کے جتنے بھی ملازمین ہیں، ان میں سے شاید کوئی ایک بھی زیادہ نہ ہو لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب آپ کے پاس جہاز ہی نہ ہوں تو پھر جتنا بھی عملہ ہے وہ سارے کا سارا زیادہ لگتا ہے کیونکہ پی آئی اے کا جو اصل کام تھا وہ تو جہازوں کے ساتھ ہی ممکن تھا۔ اگر میں غلط نہ ہوں تو اس وقت میرے خیال میں 18 جہاز ہیں۔ اگر 18 جہازوں کے ساتھ دس ہزار ملازمین ہیں تو اس کی آپس میں کیا جواز بنتا ہے۔ جس طرح کہا گیا کہ ratio اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے، انہوں نے بالکل ٹھیک کہا ہے لیکن اگر یہ جہاز چالیس ہوں تو بالکل ٹھیک ہے اور اگر جہاز اٹھارہ ہوں تو وہ ساری ratio غلط ہے۔

میں اپنے معزز اراکین کو کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے process کو explain کر دیا۔ اگر یہ چاہیں تو یہ سارے کا سارا میں دوبارہ پڑھ دیتا ہوں لیکن اس process کے حوالے سے میں آپ کو اس بات پر یقین دلاتا ہوں کہ جس دن یہ bidding ہو گی یہ live telecast کی جائے گی، یہ پوری قوم دیکھے گی۔ ہمارے معزز اراکین بھی دیکھیں گے۔ اس میں کوئی چیز hide نہیں ہو گی۔ یہ bidding جب پوری قوم دیکھ رہی ہو گی، سارے لوگ وہاں بیٹھیں گے۔ یہاں پر آٹھ کمپنیوں کے نام دے دیے گئے ہیں۔ اگر آپ کو ان کمپنیوں میں سے کوئی بھی لگتا ہے کہ یہ اس قابل نہیں ہے، ابھی ان کی prequalification کا process چل رہا ہے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی بات پوچھنی ہو تو میں ان کے لیے ہر وقت حاضر ہوں، یہ آئیں۔ جس طرح آپ تشریف لائی تھیں، میں نے کوشش کی کہ میں آپ کے سوالات کے بھی جواب دے سکوں، آپ کی تسلی کرا سکوں۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں اس کو جتنا transparent رکھ سکوں، میں ان شاء اللہ transparent رکھوں گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کی شفافیت کے بارے میں ایک بھی ایسی چیز نہیں ہو گی جس پر مجھے کل یہاں پر آ کر آپ سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب ! Public/private partnership کے حوالے سے ان کے سوالات ہیں، اس کی بھی کچھ تفصیلات آپ فراہم کر دیں۔

جناب عبدالعلیم خان: میڈم چیئرپرسن ! اگر آپ public/private partnership کو دیکھیں تو اگر ہم 51% shares float کر رہے ہیں، ہم نے 51% سے over کرنے کی کوشش کی ہے، so this is technically a public/private partnership. میں بھی چاہتا ہوں ہوں کہ ہمارے حکومت پاکستان کے زیادہ سے زیادہ shares بچ جائیں تاکہ جب اس کی value

بڑھے، جب یہ ایک بہتر ایئر لائن ہو جائے تو ہمارے ان shares کی value اس سے کئی گنا ہو گی جو کہ آج ہم بیچ رہے ہیں۔ میری بھی یہی خواہش ہے، باقی جگہوں پر بھی ہم یہی کوشش کریں گے کہ ہم اپنے assets کو اپنے shares کو جو حکومت پاکستان کے ہیں، ان کو بچالیں تا کہ کل جب پرائیویٹ کمپنیاں اس ایئر لاین کو بہتر کر دیں تو ہمارے shares کی value بھی۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ملازمین کے حوالے سے کیا کر رہے ہیں؟

جناب عبدالعلیم خان: ملازمین کے لیے بھی، جس طرح میں نے پہلے کہا، یہ ملازمین اس لیے آج زیادہ لگ رہے ہیں کیونکہ آپ کے پاس جہاز نہیں ہیں۔ آپ اس میں بیس، تیس جہاز enter کریں تو یہ ملازمین زیادہ نہیں ہیں۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی، بہترین عملہ اور بہترین کپتان ہیں، میں کسی کا تو جواب نہیں دے سکتا لیکن میں اپنا جواب دے سکتا ہوں۔ ہم نے آج تک جتنے بھی کپتان دیکھے ہیں، جتنی airlines میں سفر کیا ہے، ہمیں بہترین عملہ اور بہترین کپتان پی آئی اے میں ملتے ہیں۔ اس میں کوئی reason نہیں ہے۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! میرا سوال آپ سے یہ تھا کہ جو ملازمین اس وقت ہیں، میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا کوئی اس میں تعصب ہے کہ burden ہے یا زیادہ ہیں یا کم ہیں، میرا سوال تھا کیونکہ اس وقت آپ نجکاری کے عمل کو oversee کر رہے ہیں۔ ملازمین کے حوالے سے آپ کی کیا سوچ ہے، ان کا کیا ہو گا؟

جناب عبدالعلیم خان: میں معزز رکن سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ کاش ہم اپنی اپنی حکومتوں میں اگر ہم یہ جواب اس دوران لیتے تو شاید آج یہ نوبت نہ آتی۔ کاش آپ اس دوران یہ concerns اٹھا لیتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ اگر آج آپ پی آئی اے کی نج کاری نہیں کرتے تو میڈم! بڑے افسوس کے ساتھ، یہ پی آئی اے اس طرح نہیں چل سکتی۔ پی آئی اے کا جو نقصان ہے، اب کسی میں استطاعت نہیں رہی کہ اس کے لیے سو، سو ارب روپے ہر سال دے سکیں۔ اگر PIA بند ہو جائے گی تو پھر ہمارے employees کا کیا بنے گا؟ یہ جو over staffing ہے، جو ہم پچھلے 30, 40 سالوں سے بھرتی کرتے رہے ہیں، اب میں یہاں کھڑا ہو کر کسی پر blame نہیں کر رہا، میں نے پہلے اپنی statement میں کہا کہ میں کسی کو blame کرنے کے لے کھڑا نہیں ہوں، ٹھیک ہے۔۔۔

(مداخلت)

جناب عبدالعلیم خان: ساری دنیا کو، سب کو facts معلوم ہیں لیکن میں آپ سے یہ گزارش کروں۔۔۔۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: No cross-talk please.

آپ Calling Attention میں خود سوال نہ کریں۔

You can raise another Calling Attention. Senator Sahib, I know he is doing his best.

آپ اپنا Calling Attention Notice please لے آئیں۔ مہربانی کرکے آپ rules دیکھ لیں۔ نہیں facts بتا رہے ہیں۔ جو ان سے پوچھا گیا، وہ share کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ منسٹر صاحب! آپ تھوڑا سا یہ بھی بتا دیں کہ آپ کے profit and losses کی کیا صورت حال ہے تاکہ تمام ممبران کے سامنے ایک شفاف discussion ہو جائے۔

جناب عبدالعلیم خان: معزز سینیٹر صاحب نے جو بات کہی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ میرا کام یہاں پر blame game نہیں ہے۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ لوگوں کی پگڑیاں اچھالنے کے لیے یہاں کھڑا ہو جاؤں۔ جو کام آپ نے مجھے assign کیا ہے، میں اس کے بارے میں ضرور جواب دوں گا۔ میں آپ سب کی عزت کرتا ہوں۔ اسی لیے چاہتا ہوں کہ یہاں پر کھڑے ہو کر کسی پر الزام تراشی نہ کروں۔ ہم کوشش کریں گے، اگر ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں دیکھیں گے تو میرے خیال میں ہمیں بہت سارے facts clear ہوتے جائیں گے۔ گزارش ہے کہ ملازمین کے لیے ہم نے شرائط میں شامل کیا ہے کہ تین سال تک وہ کمپنی ان ملازمین کو رکھے گی۔ میں آپ کو اس بات کی پوری گارنٹی دیتا ہوں کہ ان میں سے زیادہ تر ملازمین بہت ہی efficient اور اس قابل ہیں کہ ان کو کمپنی ویسے بھی رکھے گی کیونکہ اس کمپنی نے بھی اپنے کاروبار کو چلانا ہے۔ اگر کمپنی نئے جہاز لے کر آئے گی یا جہاز lease کرے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ جو بات میرے بھائیوں نے اور میری بہن نے کہی ہے، اس کے مطابق کریں گے، پی آئی اے ہم سب کی pride ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم سب بڑے عزت کے ساتھ اس ایئر لائن میں سفر کریں جو اس وقت ہمارے لیے بڑی شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔

Madam Presiding Officer: The Calling Attention Notice is talked out.

(Interruption)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، داریجو صاحب! اس issue پر آپ بات نہیں کر سکتے، اس پر آپ کا signature نہیں ہے۔ No, you cannot do that, please have a seat, اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ جی وزیر برائے قانون۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اس میں problem آ رہی تھی، سینیٹ کی اپنی روزمرہ کے معاملات کے لیے سینیٹ کی internal Finance Committee نہیں بنی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہ motion move کر دوں تاکہ سینیٹ کو چلانے کے لیے وہ کمیٹی بن جائے۔ باقی تو Standing Committees کے ساتھ بنیں گی۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی، جی بہت ضروری ہے، please move کیجیے۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی، جی کمیٹیاں تو ایک دو دن میں بن جائیں گی لیکن Finance Committee کی آج تک motion move نہیں ہوئی تھی۔

Madam Presiding Officer: Please move the motion.

<u>Motion moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 for election of the Senate Finance Committee</u>

Senator Azam Nazeer Tarar (Minister for Law and Justice): Madam Chairperson, It is hereby moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 that the Senate Finance Committee may be elected by the Senate comprising of the Members as per the proposed list. The House may also authorize the honourable Chairman Senate to make changes in the composition of the said Committee as and when he deems fit.

آپ اجازت دیں تو یہ open ہے، میں پڑھ بھی دیتا ہوں۔۔T14 پر جاری ہے۔

T14-22MAY -2024 Tofique Ahmed [Ahsan] 12:40PM.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: (جاری۔۔۔) اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ پڑھ بھی دیتا ہوں، چیئرمین سینٹ نے سب پارٹیوں کی مشاورت کے ساتھ یہ نام لیے ہیں۔ AS per rules, traditionally Chairman Senate اس کو Chair کرتے ہیں، Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance اس کا حصہ ہوتے ہیں، Senator Syedaal Khan, Deputy Chairman is also part of the Committee, Senator Muhamamd Ishaq Dar,

Leader of the House, Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition, Senator Saleem Mandviwalla, Chief Whip, Senator Rana Mehmood Ul Hassan, Senator Shahadat Awan, Senator Anusha Rehman, Senator Shahzaib Durrani, Senator Liaqat Tarakai, Senator Samina Mumtaz Zehri, Senator Atta Ur Rehman, Senator Hidayatullah Khan, Senator Syed Faisal Subzwari and our Secretary is Ex-Officio.

اس میں بھی چیئرمین صاحب کی مشاورت سے چھوٹی موٹی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ہم انہیں یہ اختیار motion میں ہی دیتے ہیں کہ اس میں as and when he deems fit دوبارہ recompose کر سکتے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: قائد حزب اختلاف بھی ہیں، ڈاکٹر صاحب میری بات سن لیں، ہر چیز میں politics نہ لیکر آئیں، یہ چیئرمین سینیٹ نے قائد ایوان صاحب اور قائد حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھ کر یہ نام final کیے ہیں، انہوں نے اپنا اختیار استعمال نہیں کیا۔

Madam Presiding Officer: Thank You, now I put the Motion before the House.

(The motion was carried)

Madam Presiding Officer: The motion is carried. Yes Senator Azam Nazeer Tarar Sahib.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: Chief Whip, traditionally اس کمیٹی کے

on their own strength he is member of the Committee.

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اپنے Leader of the Opposition سے بات کریں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Doesn't matter آپ ان سے بات کرلیں، کوئی حرف آخر نہیں ہوتا اگر آپ unsatisfied ہیں .this can be discussed جو normal strength ہے اس پر یہ normally کیا جاتا ہے۔ آپ ان سے discuss کرلیں، اس میں inclusion کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی بالکل۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: کل سب سے وعدہ کیا تھا جو ججز issues ہیں اور اس ایوان کے ممبران کا استحقاق اور کون sovereign ہیں، مقنّنہ executive یا judiciary کے ساتھ کس طرح balance رہے گا۔ یہ کل discussion ہوئی تھی، کل ہم نے آٹھ بجے conclude کیا اور جو باقی party wise members رہ گئے تھے، ان کے حوالے سے آج discussion resume کرنے کا وعدہ تھا۔ ہر پارٹی سے ایک، ایک ممبر بول رہا ہے، سینیٹر سید فیصل علی سبزواری صاحب۔

<u>Further discussion on the Point of Public Importance raised by Senator Syed Faisal Ali Subzwari regarding rule of law in the country and role of judiciary</u>

سینیٹر سید فیصل علی سبزواری: شکریہ میڈم! اس سے پہلے کہ میں اپنی گفتگو شروع کروں کل ایک انتہائی ناخوش گوار واقعے کی اطلاع ملی تھی، رؤف حسن صاحب کو جو زدوکوب کیا گیا۔ میں اپنی اور اپنی جماعت کی جانب سے اس کی نہ صرف پرزور مذمت کرتا ہوں بلکہ وزیر قانون نے کہا بھی تھا کہ ان کی inquiry کرکے یہاں ایوان میں بھی بتایا جائے گا۔

(مداخلت)

سینیٹر سید فیصل علی سبزواری: جی جناب! سیاسی لوگوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ بہت غیر ضروری ہے، جس نے بھی کیا ہے اور اس کے perpetrators سامنے آنے چاہیں۔ ہمارے دوست فیصل واوڈا صاحب نے کل ایک انتہائی اہم نقطہ اٹھایا۔ یہاں پر جو توہین توہین کا کھیل کھیلا جارہا ہے ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کے لاکھوں ہزاروں ووٹ سے منتخب ہونے والے ایک ایک رکن صوبائی اسمبلی اور ان میں سے درجنوں رکن صوبائی اسمبلی کے ووٹوں سے منتخب ہونے والا ایک سینیٹر، اس کے علاوہ باقی سب کی پاکستان میں عزت ہے۔ ہزاروں لاکھوں ووٹ لیکر منتخب ہونے

والا MNA سید مصطفیٰ کمال، ان کے علاوہ باقی سب کی عزت ہے۔ آئین پاکستان صرف میرے انتہائی محترم قابل عزت ججز کی عزت کے حوالے سے گفتگو نہیں کرتا بلکہ وہ عوامی نمائندوں کی عزت کے حوالے سے بھی گفتگو کرتا ہے۔ عوامی نمائندے جب اس بات کا خیال رکھ رہے ہیں کہ جناب وہ موضوع پر گفتگو کریں، وہ اگر تنقید بھی کریں تو کسی فیصلے پر کریں۔ یہ جو televisionپر remarksکا کھیل صبح سے شام تک چلتا ہے، ہماری عزتیں انفرادی نہیں مشترکہ عزتیں ہیں، ان کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے ہم کسی سے بات نہیں کرسکتے اور اس طرح کا جملہ ہم نے سنا کہ محترم۔۔۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

سینیٹر سید فیصل علی سبزواری: جزاك الله۔ میڈم! میں گزارش یہ کررہا تھا کہ ہماری جو انفرادی اور مشترکہ عزتیں ہیں میرے خیال سے کسی بھی ادارے کو یا کسی بھی ادارے میں بیٹھے ہوئے معزز افراد کو بھی حق نہیں ہونا چاہیے کہ آپ ہماری عزتیں اچھالیں۔ پاکستان میں ہم selective justice تو سنتے آئے ہیں، ہوتا آیا ہے اور ہم نے دیکھا بھی ہے، ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے، آپ نے دیکھا اور کل ذکر بھی ہوا شہید ذوالفقار علی بھٹو کا جو عدالتی قتل تھا، سپریم کورٹ نے کئی دہائیوں کے بعد اس کو مان لیا، selective justice تو ہوتا تھا مگر contempt میں بھی selective ہماری عدالتیں اور بہت ہی محترم ججز صاحبان رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر آپ کسی particular political leaning کے ہیں تو آپ کو بالکل کھلی آزادی اور کھلی چھوٹ ہے، آپ جو چاہیں کہہ دیں اور اگر آپ کی political leaning وہ نہیں ہے کہ جو کسی مخصوص نشست پر بیٹھے ہوئے محترم صاحب کی یا ان کے اہل خانہ کی ہے تو پھر آپ کو contempt کا notice آجاتا ہے۔ سلیم کوثر نے کئی دہائیوں پہلے کہا تھا اور ایسا لگتا ہے کہ آج کل کے لیے ہی کہا تھا کہ

تم نے سچ بولنے کی جرات کی

یہ بھی توہین ہے عدالت کی

میری گزارش یہ ہے اور یقیناً کیوں کہ ہم قانون ساز ادارے میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارا کام قانون سازی کرنا ہے یقیناً ہم اس پر جائیں گے اور وزیر قانون صاحب بھی ہماری رہنمائی کریں گے کہ اس کے بھی کچھ قوائد وضوابط طے ہونے چاہیے توہین ہے کیا؟ توہین کس کی ہوسکتی ہے؟ کس کس کی ہوسکتی ہے اور کس طور پر ہوسکتی ہے، اس میں میں سزاوار کس طریقے سے ٹھہرایا جاسکتا ہوں یہ نہیں ہو کہ میں اگر کسی منصب پر بیٹھا ہوا ہوں تو آج میرا mood اچھا نہیں ہے، آج مجھے ناشتہ اچھا نہیں ملا۔۔۔۔۔ جاری۔۔۔T-15۔۔۔۔

سینیٹر سید فیصل علی سبزواری: (جاری ہے۔۔۔) میں اگر منصب پر بیٹھا ہوں اور آج میرا موڈ اچھا نہیں ہے، آج مجھے ناشتہ اچھا نہیں ملا تو میں یہ کہوں کہ نہیں بھائی، فلاں جو بات تھی وہ بہت سخت توہین والی تھی۔ اور میں کہوں کہ نہیں جناب، کسی نے almost میری بہت تضحیک کر دی اور مجھے کسی نے ٹاؤٹ کہہ دیا، مجھے کسی نے کچھ اور کہہ دیا۔ میں کہوں گا کہ جانے دو، وہ دکھتا اچھا ہے۔ اس پاکستان میں یہ جو dichotomy ہے، ہمارے فیصلوں میں، ہمارے remarks میں، ہماری judgements میں، اس کو بالکل اس طریقے سے نہیں ہونا چاہیے۔

میرے دوست فیصل واوڈا صاحب یہاں موجود ہیں جب کے حوالے سے محترم جج صاحب نے کچھ کہا ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے یقیناً اس پر ان کے پاس reasons بھی ہوں گی اور وہ reasons بتائے بھی جائیں گے کہ کسی کو بھی کہہ دیا جائے کہ آپ proxy ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ opposition benches پر حامد خان صاحب براجمان ہیں، ان کی کتاب میں ذکر ہے کہ فلاں جج صاحب کے لاہور ہائی کورٹ میں ایک proxy ہوتے تھے اور وہ ان کے behalf پر act کرتے تھے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا یہ تو حامد خان نے کہا ہے۔ حامد خان صاحب نے اپنی کتاب میں کہہ دیا کہ اس طرح کے کردار مختلف جگہوں پر مل جاتے ہیں لیکن لکھنے والے ان کے بارے میں تمہید پیش کرتے ہیں، ان کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس معزز ایوان کو جو کہ عوام کا نمائندہ ہے۔

Yes, he is proxy to the people of his constituency. Yes, he is acting on their behalf. Yes, he is elected to act on their behalf. Yet if he is called proxy in a negative manner

تو میرے خیال میں یہ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتمائی طور پر ایک سوال بھی ہے بلکہ شاید اس معزز ایوان کے، بھلے وہ ان aisle میں کسی طرف بھی بیٹھے ہوں، ان کی عزتوں پر بھی حرف اٹھتا ہے۔ میں اپنی عدالتوں سے انتہائی احترام کے ساتھ گزارش کروں گا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

جو میں selective justice کی بات کر رہا تھا اور جو اس پر فیصلے ہونے چاہیے ہیں اور وہ نہیں ہوتے۔ میڈم! ہم نے یہ دیکھا ایک چیف جسٹس اٹھتے ہیں اور ان کو لگتا ہے کہ جناب one constitution avenue میں third party interest create ہو گیا ہے۔ اس one constitution avenue میں اس لیے third party interest create ہو گیا تھا کیونکہ وہاں انتہائی امیر

لوگوں کی جائیدادیں ہیں، بڑے influential لوگوں کی جائیدادیں ہیں۔ ایک چیف جسٹس صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا کہ نسلا ٹاور کو گرادو کیونکہ وہاں امیروں کی جائیدادیں نہیں ہیں۔ یہ کون سی justice ہے، یہ کون سا انصاف ہے، یہ کون سا عدل ہے اور اگر میں اس پر بات کروں تو کہا جائے کہ جناب آپ کا لب ولہجہ توہین آمیز ہو رہا ہے۔ کیا میں لوگوں کے لیے اور ان کے حوالے سے بات نہ کروں۔

میڈم! اس ملک کو ایک آئین کے تحت چلایا جا رہا ہے۔ اس آئین میں آئین سازی اور آئین میں ترمیم کا اختیار اس پارلیمان کے علاوہ کسی اور کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر بھی ہم نے دیکھا کہ چیف جسٹس اور ایک تین رکنی بنچ نے جنرل مشرف کو بھی اختیار دے دیا تھا کہ آپ آئین کو جیسا چاہیں rewrite کر دیں۔ پھر ہم نے سابق چیف جسٹس کے دور میں دیکھا کہ انہوں نے خود ہی آئین کو rewrite کر دیا، پنجاب کے disqualification and voting والے فیصلے میں۔ اور تو اور کیا اس پارلیمان کے اراکین کو یہ آزادی حاصل ہے، اس پر میں وزیر قانون صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ آپ ایک جید وکیل ہیں، کیا ہمیں یہ liberty ہے کہ جو سابق چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ اگر کوئی جج غیر شعوری طور پر بھی اگر نیک نیتی سے فیصلہ کر دے اور بعد میں اسے احساس ہو کہ اس نے غلط فیصلہ کیا ہے تو اس کو درست کر لے۔ کیا کمال سادگی ہے۔ What an audacity that was!

اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا۔ ایسا کوئی بھی اختیار مجھے اور آپ کو تو حاصل نہیں ہے کہ ہم اگر غیر شعوری طور پر بھی کوئی غلط فیصلہ کر دیں تو شعوری طور پر اس کو بعد میں درست کر لیں۔ آپ کے اس فیصلے سے پاکستان کی سیاسی تاریخ میں dent آیا ہے۔ جناب! آپ کے اس فیصلے سے پاکستان کے آئین میں آپ کی مداخلت ہوئی ہے

Which is unconstitutional. You never had that particular right.

یہاں selective justice کی میں بات کروں گا۔ بعض دوستوں کو شاید ایسا لگتا ہے نو مئی اور 2018 کی تاریخوں سے پہلے پاکستان exist ہی نہیں کرتا تھا۔ یقین جانیں کہ ابھی تو ہم ہنستے ہیں۔ میری ایک بہن MPA جو ابھی سندھ اسمبلی میں بیٹھی ہیں اور پچھلی حکومت میں ان کی والدہ اسمبلی میں تھیں۔ دونوں کو گرفتار کرکے تھانے لے جا کر جیل میں ڈال دیا تھا۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے، ایسا کسی کے ساتھ بھی نہیں ہونا چاہیے لیکن جناب ہمیں خدا کی قسم کبھی یہ liberty نہیں تھی کہ ہمیں آدھے گھنٹے میں پچاس پچاس کیسوں میں ضمانتیں دیں۔ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ کاش ہمارے cases بھی پشاور ہائی کورٹ میں یا کسی اور ہائی کورٹ میں لگ جائیں تو ہم بھی وہاں پر لے جائیں گے۔ اس کی وجوہات کی طرف میں اس ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کراچی میں پانی کا سنگین مسئلہ ہے۔ میں نے اور میری پارٹی نے فیصلہ کیا کہ ہم اس کے خلاف وزیر

اعلیٰ ہاؤس جا کر مظاہرہ کریں گے۔ نہ کوئی ٹائر جلا، نہ کوئی پتھراؤ ہوا۔ مقدمہ بنائیں انسداد دہشت گردی کا اور ہم ان cases میں ضمانتوں پر ہیں۔ ہماری دفعہ میں کوئی اس طرح سے نہیں تھا۔

لاپتہ افراد اس ملک کا مسئلہ ہیں، لاپتہ افراد کو بازیاب ہونا چاہیے لیکن جناب والا جب میرے محترم سابق MNA صادق عباسی صاحب تیس دن کے بعد خود اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ میں تو کہیں گھومنے گیا تھا، وہ واپس آرہے تھے تو اس سے ایک ہفتہ پہلے MQM کے چار کارکنان آٹھ برس لاپتہ رہنے کے بعد واپس آئے۔ کیا اس ملک کی کسی بھی عدالت نے اس حوالے سے Suo Moto لیا۔ کیا آپ کی عدالت میں میری petitions نہیں ہیں۔ کیا آپ کے سابق جج صاحبان ان لاپتہ افراد کا کمیشن نہیں چلاتے۔ آج بھی میرے ایک سو تیرہ کارکنان لاپتہ ہیں۔ اس ملک کی کوئی بھی عدالت اس کا نوٹس لینے کو تیار نہیں ہے۔ چلیں ابھی اسلام آباد کی بات ہو رہی ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو شہید کا کیس آپ نے اٹھایا، بہت اچھا کیا۔ MQM کے ان تیس لاپتہ کارکنان کے حوالے سے اس وقت کے وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین صاحب نے کہا تھا کہ ان کو مار کر یہاں اسلام آباد میں انہی مارگلہ کی پہاڑیوں میں دفنا دیا گیا ہے۔ آج آپ لیں ناں نوٹس۔

یہ کون سی selective justice ہے۔ فیصل واوڈا کراچی کا ہے، مصطفیٰ کمال کراچی کا ہے تو ان کو contempt of court ہو جائے گا۔ آپ اس طرح کی چیزیں کیوں کر رہے ہیں ؟ برائے مہربانی اس ایوان کے پاس آئین سازی کا، قانون سازی کا اختیار ہے۔ اس ایوان کے پاس لوگوں کی نمائندگی کرنے کا اختیار ہے اور ان کا استحقاق ہے۔ اس ایوان کی ارکان کے پاس لوگوں کے لیے بات کرنے کی ذمہ داری ہے اور نشان دہی کرنے کی بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے کہ اگر اس آئین اور پارلیمان، which is supreme اس پارلیمان مقنّنہ سے اوپر کوئی ادارہ نہیں ہے۔

Parliament is supreme. If this parliament is supreme then this is our responsibility کہ کہیں پر کوئی anomaly ہو، کہیں پر بھی کوئی injustice ہو، کہیں پر بھی کوئی selectiveness ہو تو ہم اس کی نشان دہی کریں۔ برائے مہربانی آپ کی عزتیں ہماری عزتیں ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کی ہتک ہو اور نہ ہم ایسا کچھ کریں گے لیکن جناب اگر آپ کی جانب سے selective justice ہو گی اور decisions ہوں گے تو پھر لوگ آپ پر سوال اٹھائیں گے جس کی وجہ سے آپ کی اصل ہتک ہو گی۔ برائے مہربانی ایسا نہ کریں۔ میری صرف یہی گزارش ہے۔ بہت شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : شکریہ سینیٹر صاحب۔آپ نے بالکل timeپر بات کی۔ اب PTI سے سینیٹر محسن صاحب بات کرنا چاہیں گے جو کل بھی تیار تھے۔آپ کے پارلیمانی لیڈر بیرسٹر صاحب تو موجود نہیں ہیں۔

Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: شکریہ میڈم۔ ویسے تو بات یہ ہے کہ یہاں ہمارے اکیس ممبران ہیں تو ہمارے زیادہ لوگوں کو بات کرنے کی اجازت ملنی چاہیے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : سینیٹر صاحب! قطع کلامی معاف۔ تمام پارٹیوں کے ممبران ابھی یہاں موجود ہیں یا نہیں ہیں، ابھی یہاں پارٹی کی strengthکے لحاظ سے بولنے کا موقع نہیں دیا جارہا بلکہ ہر پارٹی سے ایک ممبر بول رہا ہے۔ اگر آپ پر Suo Motoہوا یا آپ نے اس کو بھگتا یا آپ متاثرین میں سے ہیں تو اس صورت میں آپ کو الگ سے حق ملتا ہے۔ لیکن آج ہر پارٹی سے ایک ایک ممبر بول رہا ہے، Leader of the opposition and Houseاس کے علاوہ ہیں۔آپ بولیں پلیز۔

سینیٹر محسن عزیز: یہ تو آپ کی مرضی ہے لیکن اگر اجازت مل جاتی تو کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی کیونکہ

we are talking on a very important subject, and we should be given that leverage.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : یہاں ایک اور پارٹی بھی ہے جس کے اکیس ممبران ہیں۔ان کے بھی صرف ایک ممبر کو بولنے کا موقع ملا ہے۔ آپ اس بحث میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔برائے مہربانی آپ جو بولنا چاہتے ہیں وہ بولیں۔

سینیٹر محسن عزیز: میں یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ میرا leaderابھی یہاں موجود نہیں ہے۔ چلیں مجھے نہیں پتہ کہ اس سے وقت کس طرح ضائع ہوتا ہے۔ جب آپ توہین کی بات کرتے ہیں تو میں سب سے پہلے اس ایوان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہمارے اعجاز چوہدری صاحب کی نشست کہاں پر ہے۔ ان کے production order ہمارے کئی دفعہ کہنے کے باوجود جاری نہیں کیے گئے۔ وہ کس کی ٹیبل پر پڑے ہیں؟ اس کے متعلق پارلیمان ایسا کیوں نہیں سمجھتی کہ اس کی یہ توقیر ہے، اس کی یہ عزت ہے کہ اس کا ایک سینیٹر آج لاپتہ ہے اور اس پر ہم بات نہیں کرتے، مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔

میڈم! میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں پچھلے نو سال سے یہاں موجود ہوں۔ چاہے میں پہلے aisleکے اس طرف بیٹھا تھا، اور اس کے بعد قسمت نے اُس طرف بٹھا دیا۔ پھر دوبارہ یہاں پر آگیا۔ ان نو سالوں کے دوران میں نے ہر چند یہ کوشش کی کہ آئین کی بالادستی کی بات

کروں۔ یہاں میں نے جو oath لیا ہے اس کا بھی خیال رکھوں۔ میں یہاں آئین کی بات کروں۔ میں یہاں پر ہمارے وہ صاحبان جو اُس طرف ابھی بیٹھے ہیں اور جب ہم وہاں تھے تو وہ بھی اُس طرف تھے اور وہ منسٹر تھے، ان کے اگر کوئی جائز ناجائز یا کوئی غلط کام جو انہوں نے نہیں بھی کیے ہیں یا کوئی صحیح کام جو انہوں نے کیا ہے جس کو بعد میں ناجائز قرار دیا جا رہا ہے تو اس کو defend کرنا میرا کام تھا۔ میں نے ایسا کیا اور خوش اسلوبی سے کیا۔

آج میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے پارلیمان کی توقیر، عزت اور پارلیمان کی standing کو آئین کے حوالے سے اس کی حفاظت کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کو personal agenda نہ بنایا جائے۔ جب آپ اس کو personal agenda بنا دیتے ہیں تو بات آپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

(T16 پر جاری ہے)

T16-22MAY2024 ASHFAQ/ED. KHALID 1.00PM

سینیٹر محسن عزیز (جاری)۔۔۔: جب آپ اس کو personal agenda بنا دیتے ہیں تو وہ بات آپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ میں آج یہ سوال کروں تو مجھے بتایا جائے کہ یہاں پر جب ہماری پارٹی کو جھنڈا لہرانے کی اجازت نہیں تھی، جلسہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ باقی تمام لوگوں کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا، کس نے آواز اٹھائی، کیوں آواز نہیں اٹھائی گئی۔ آیا یہ unconstitutional تھا یہ نہیں تھا؟ اس میں پارلیمنٹ کا role تھا یا نہیں تھا؟ میں یہ سوال آپ سب سے کر رہا ہوں، ہمیں اس کا جواب بھی آنا چاہیے کہ جب بات ہوتی ہے تو ہم یہاں پر personal agendas پر ضرور بات کرتے ہیں اور ہمیں طیش آتا ہے جب پوری پارلیمنٹ کی بات آتی ہے تو ہمیں طیش کیوں نہیں آتا؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب غیر اخلاقی، غیر ضروری اور غیر اسلامی قسم کے cases عمران خان صاحب پر بنائے گئے جن کا آج صفایا ہوتا جا رہا ہے، ان شاء اللہ ہو بھی جائے گا۔ ان کو اور ان کی بیگم کو قید کیا گیا، یہاں پر کس نے بات اٹھائی، کیوں نہیں اٹھائی گئی؟ Human rights کی violation ہو رہی ہے، خاص طور پر PTI workers کے ساتھ ہو رہی ہے، یہاں پر اس پر بات کیوں نہیں کی جا رہی، ہم یہاں پر صرف personal agenda کے لیے بیٹھے ہیں۔ میڈم! مجھے یہ بتایا جائے کہ یہ تمام لوگ جانتے ہیں، aisle کی اس طرف بیٹھے ہوئے لوگ جو باضمیر ہیں، میں وثوق سے کہتا ہوں، میرے کئی دوست ہیں، انہوں نے یہ بات کی ہے کہ ہاں، Imran Khan is the most popular leader in this country, you have won the elections. میرے دوست ہیں، ابھی میں ان کا نام

نہیں لینا چاہتا جب آپ پوچھنا چاہیں گے میں موقع آنے پر بتاؤں، انہوں نے کہا ہے کہ میں ستائیسواں Member ہوں، میں elect ہو کر آیا ہوں اور اس نے کہا محسن بھائی مجھے گلے لگ کر مبارک باد دو، ہاتھ ملا کر نہ دو، میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا، یہاں پر یہ بات ہوئی ہے۔

میڈم ! جناب خاقان عباسی، جناب مفتاح اسمٰعیل، جناب جاوید لطیف، جناب مشاہد حسین صاحب اور باقی صاحبان جو کہہ رہے ہیں کیا، وہ غلط کہہ رہے ہیں؟ ہم نے یہاں پر ان کے متعلق کیا بات کی؟ اب بات کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ ہم صرف اپنی توقیر کی بات کرتے ہیں۔ we should not make this House of personal agenda کہ جس کو ہم صرف personal agenda پر لے کر جائیں گے۔ میں یہ بات کرتا ہوں کہ جب آپ وقار کی بات کرتے ہیں، اسی ایوان میں جب ایک resolution 12 Members کی موجودگی میں pass ہوا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ الیکشن کو delay کیا جائے۔ was it constitutional? Who talked about it? Why was not it talked about? Why was not we let to talk about that? Is this the Parliament where we talk? کہ پارلیمنٹ کی توقیر ہے، ہم نے پارلیمنٹ کی عزت کی ہے، ہم نے پارلیمنٹ کی عزت یہ رکھی؟

میڈم ! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں جب ایک چیف جسٹس نے الیکشن کی announcement کر دی، اس نے according to the Constitution interpret کیا، اس کو implement نہیں کیا گیا، اس وقت کی حکومت نے implement نہیں کیا تو یہ کس کا قصور ہے؟ آیا جج کی تکریم بھی کوئی چیز نہیں ہے؟ سپریم کورٹ یا کورٹس کس لیے ہوتی ہیں؟ آیا ان کے پاس کوئی فوج ہوتی ہے؟ ان کے پاس کوئی پولیس ہوتی ہے؟ ان کے orders کیسے implement کیے جاتے ہیں؟ وہ order کیوں نہیں implement کیا گیا؟ ہم پارلیمنٹ کی عزت کی ضرور بات کریں گے لیکن تمام institutions کی بشمول فوج، پولیس اور judiciary سب کی عزت ہے اور ہمیں سب کی عزت کا خیال رکھنا چاہیے۔

میڈم ! آپ نے خان پر حملہ کروایا، آپ نے ہر چیز کی لیکن میڈم کیا کہتے ہیں؟ مولا نوں مولا نہ مارے تو مولا نہیں مردا، مولا نوں کوئی نہیں مار سگدا۔ وہ نہیں مرا، وہ ڈرا نہیں، وہ بھاگا نہیں، آج وہ face کر رہا ہے، وہ بیمار نہیں پڑا۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں ہمارے ہاں 32 or 38 یونیورسٹیوں کا bill ایک دن میں pass ہوا اور اس پر بات نہیں کی گئی، کیوں نہیں کی گئی؟ Madam, I am sorry to say, وہ

یونیورسٹیاں کوڑیوں کے دام بکیں جو ایک دن میں pass ہوئی تھیں، ان سب کی چھوٹی چھوٹی بولیاں لگیں۔ ہم اس وقت بات کیوں نہیں کرتے؟ ہمیں witch hunting نہیں کرنا چاہیے۔

میڈم! یہاں پر ہمارے ایک ساتھی نے ایک جج کی بات کی، میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہاں پر تو بہت ساری conferences ہوئی ہیں، press conferences ہوئی ہیں، واڈا صاحب نے بھی کی ہے اور Government Sindh نے بھی کی ہے، عاشق اعوان نے بھی کی ہے عون چوہدری صاحب نے بھی کی ہے، میرے خیال سے MQM نے بھی کی ہے اور میرے خیال سے طلال چوہدری صاحب نے بھی کی ہے۔ کسی نے اگر proxy لفظ کا نام لیا ہے تو کس کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ کیوں سمجھا گیا ہے کہ ایک آدمی کے اوپر نشانہ لیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ affected party تو ہیں، ہم جن پر آج discuss کر رہے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے ان کو disqualify کیا تھا، یہ جن جج صاحب کا نام لے رہے ہیں، انہوں نے اس decision کو uphold کیا، سپریم کورٹ میں application گئی، انہوں نے اس کو upheld کیا، آج جو بات ہو رہی ہے یہ کوئی point scouring کی یا اس کو کہتے ہیں personal agendas کا settling of score تو نہیں ہو رہا؟ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ contempt notice کس نے دیا ہے، میرے دل میں یہ سوال ہے اور اس سوال کا جواب آنا چاہیے کہ ہم جس کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ میرے علم کے مطابق اس کو contempt notice نہیں دیا گیا، جتنا مجھے معلوم ہے وہ تو ہمارے مہان قاضی فائز عیسی صاحب نے دیا ہے۔ ان کا نام کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ کیوں نہیں لیا جا رہا؟ کون سی مصلحت ہے، کیا بات ہے؟ دیکھیں ہم اپنی عزت کرنا جانتے ہیں، ہمیں اپنی عزت کرنی ہے لیکن ہمیں ایک flow میں بہہ بھی نہیں جانا چاہیے۔ کوئی missing persons کی بات کر رہا ہے تو آیا آپ اور ہماری responsibility نہیں ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ ہم یہ suit tie پہن کر یہاں پر اس لیے آئے ہیں کہ اپنے agenda پر بات کریں؟ Missing persons کسی کی اولاد نہیں ہے؟ آیا اس پر بات نہیں ہونی چاہیے؟ اگر کسی جج نے اس کے متعلق بات کی ہے تو ہمیں اس کو support کرنی چاہیے، ہمیں ان لوگوں کو دریافت کرنا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ اگر آج ایک جج نے Saturday کو کورٹ کھول کر ایک Prime Minister کو جوابدہ بنایا کہ آپ میاں نواز شریف صاحب جو بیمار ہیں، اس وقت بیمار کہلائے گئے تھے، ان کی زندگی کی ضمانت دیتے ہیں؟

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ محسن صاحب! آپ wind up کریں اور آپ کے اراکین آپ کی تقریر کے دوران disturbance create کر رہے ہیں۔ سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ! آپ کے اپنے رکن بول رہے، آپ اس وقت

disturbance سے گریز کریں۔

سینیٹر محسن عزیز: میں تقریر ختم کر رہا ہوں۔ میڈم! میں صرف آدھا منٹ اور لوں گا۔۔۔آگے۔۔۔T17

T17-22May2024 Tariq/Ed: Mubashir. 01:10 pm

سینیٹر محسن عزیز۔۔۔جاری۔۔۔میں صرف آدھا منٹ اور لوں گا۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ بات کی کہ وزیراعظم صاحب آپ اس کی ضمانت دیں کہ یہ کل فوت نہیں ہو جائیں گے۔ آیا یہ remarks کسی کو اچھے نہیں لگے، اس وقت تو آپ سب چپ تھے، ان کو انہوں نے جانے دیا۔ آیا یہ بات ایک آدمی نے پارلیمنٹ میں نہیں کی کہ یہ جو میاں نواز شریف اور ان کی جماعتیں ان پانچ سو corrupt آدمیوں کو زندہ جلا دینا چاہیے اور مار دینا چاہیے۔ ہم کہاں سے شروع کریں اور کہاں پر ختم کریں لیکن میں صرف یہ بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہم جو بات کر رہے ہیں میرے خیال میں ہم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ آپ جو بات کر رہے ہیں ہم بھی وہی بات کرنا چاہتے ہیں کہ جب ججز کوئی فیصلے دیتے ہیں یا وہ کوئی بات کرتے ہیں، قانون بنانا آپ کا کام ہے اور اسے interpret کرنا ان کا کام ہے، آپ ایسے قوانین بنائیں اگر آپ توہین کی بات کرتے ہیں تو توہین کا ایسا قانون بنائیں، آپ یہاں بیٹھیں اور بتائیں کہ توہین کس کس پر لاگو ہوتی ہے، کس کس پر لاگو نہیں ہوتی۔ We should all sit down and discuss this. اس پر بات کریں، personal scores and personal agendas یہاں پر discuss نہیں ہونے چاہییں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Good suggestion, thank you سینیٹر صاحب، آپ کا شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں اور personal agenda پر کوئی بات نہیں ہوئی ہے، جس کا استحقاق تھا اور اس کا استحقاق مجروح ہوتا ہے وہاں discussion جائز ہوتی ہے، براہ مہربانی آپ wind-up کر لیں۔

سینیٹر محسن عزیز: میرا کوئی agenda نہیں ہے، but my agenda is this institution.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ نے بہت اچھا suggestion دے دیا ہے، please اب آپ بیٹھ جائیں۔ شکریہ۔ لمبی تقریر ہو گئی ہے۔ جب یہ debate ختم ہو جائے گی، we will give you the floor, آپ کی پارٹی سے ہو گیا ہے، will give you the floor afterwards.

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ تشریف رکھیں۔ سینیٹر طلال چوہدری آپ بات کریں گے۔ سینیٹر صاحب آپ بیٹھیں، انہیں بولنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ House اپنے استحقاق کا، کسی بھی رکن کا جب privilege مجروح ہوتا ہے یا کوئی نوٹس دیا جاتا ہے تو یہ ایوان recognize کرتا ہے کہ اپنے حقوق کے بارے میں بالکل بات کی جائے۔ براہ مہربانی عون عباس صاحب آپ تشریف رکھیں۔ شور کرنے سے کوئی مائیک نہیں ملے گا۔ Please شروع کیجیے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے آپ سے کہا کہ اس کے بعد ہوگا، طلال چوہدری صاحب آپ بات کریں۔

Senator Muhammad Tallal Badar

سینیٹر محمد طلال بدر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اس کے بعد ہوگا، سب اپنی اپنی باری پر بولیں گے۔ I am sorry.

سینیٹر محمد طلال بدر: بہت شکریہ، میڈم چیئرپرسن۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر زرقاان کے پانچ signatories تھے تو پانچ بات کر سکتے ہیں۔ جی سینیٹر صاحب۔ آپ لوگ اس بارے میں بعد میں بات کیجیے گا، آپ کی بات ہو گئی ہے۔ سب کو اپنے اپنے وقت پر موقع ملنا ہے بس۔ آپ کے پاس floor ہے آپ براہ مہربانی شروع کیجیے۔ سندھو صاحب آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر محمد طلال بدر: انہوں نے آئین اور قانون کو کیا ماننا ہے، پہلے تو Rules of Business کا جو حلف اٹھایا ہے اسے ہی مان لیں۔ اپنی بات کرنا جانتے ہیں لیکن دوسروں کی سن نہیں سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیونکہ میں توہین عدالت کے معاملے میں receiving end پر رہا ہوں، میں اس سے متاثرہ ہوں، اس میں مجھے سزا دی گئی ہے۔۔۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کے فاضل رکن بول رہے ہیں۔ خان زادہ صاحب آپ اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں، آپ کو بعد میں موقع ملے گا۔ میڈم اس بارے میں آپ dictation نہیں دے سکتیں، ہر جماعت نے اپنا اپنا نام دیا ہوا ہے، آپ اپنی بات کریں سینیٹر صاحب۔ حوصلہ کریں اور بات کریں۔

سینیٹر محمد طلال بدر: میڈم میں بات شروع کرتا ہوں تو آپ ان سے بات کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ میں یہاں تقریر نہیں بلکہ اپنی آپ بیتی سنانا چاہتا ہوں کہ کس طرح پاکستان میں political workers کے ساتھ selective توہین عدالت کے مقدمات لگتے ہیں۔ Equality کا کوئی قانون نہیں اور کس طرح خاص لوگوں اور کارکنان کو اس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پاناما کا مقدمہ چل رہا تھا اس کے دوران میں اپنی جماعت کو represent کرنے کے لیے اور عدالت کی کارروائی دیکھنے کے لیے جایا کرتا تھا اور یقیناً وہاں جو بھی بات ہوتی تھی باہر آ کر میڈیا سے بات کرتا تھا۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: I have already said I will give the mic جس نے بھی discussion کے بعد بات کرنی ہے وہ بے شک کریں۔ سینیٹر ذیشان خان زادہ کو میں کہہ چکی ہوں اگر آپ سننا نہیں چاہ رہے تو میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں بار بار کہہ چکی ہوں، یہ party debate ہو رہی ہے، .only one person is speaking from the affected parties جی سینیٹر صاحب۔ بلال صاحب پیپلز پارٹی سے بات ہو گئی ہے، آپ بعد میں بات کیجیے گا۔ جو قانون PTI پر لاگو ہو گا آپ پر بھی ہو گا۔

سینیٹر محمد طلال بدر: ہمارے اپوزیشن کے فاضل اراکین سن نہیں رہے تھے، چیئرپرسن صاحبہ میں نے تو یہ کہا ہے کہ میں یہاں کوئی تقریر کرنے نہیں کھڑا ہوا ہوں، میں اپنی آپ بیتی اس ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ ایک سیاسی کارکن کے طور پر میرے ساتھ کیا ہوا۔ میں ایک law graduate ہوں، middle class سے ایک سیاسی کارکن ہوں، کس طرح مجھے اسی توہین عدالت کے قانون کا نشانہ بنایا گیا صرف اس لیے کہ میں اس وقت کے حالات میں اپنی leadership کے ساتھ اور ایک نظریہ پر کھڑا تھا۔ جب پاناما کا مقدمہ شروع ہوا تو عدالتی کارروائی دیکھنے میں وہاں جایا کرتا تھا اور اپنی جماعت کی نمائندگی بھی کرتا تھا۔ عدالتی کارروائی کے بعد یقیناً میڈیا کے ساتھ باہر سوال و جواب ہوتے تھے۔ ہم اپنی بات کرتے تھے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ اس وقت میرے توہین عدالت کے نوٹس سے کوئی چھ ماہ پہلے اسی بنچ کے ایک محترم رکن جج جناب اعجاز الاحسن صاحب نے کہا کہ ہم پہلے وزیراعظم کو sort out کر لیں اس کے بعد یہ جو باہر جا کر بات کرتے ہیں ان کو بھی sort out کریں گے۔ یہ آغاز ہے اور اس کے بعد مجھے نوٹس ہوا۔ میں وہ پوری case file اس ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کس بات پر میرے خلاف نوٹس لیا گیا کہ میں نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ ان PCO کے ججوں کو نکالو، یہ انصاف نہیں دیں گے اور بڑے زور سے کہا "PCO کے جج"، کسی lawful جج کا نام یا کسی lawful جج کی میں نے بات نہیں کی لیکن جن لوگوں نے PCO کے تحت حلف اور

مشرف کے منت ترلے کیے جس میں کھوسہ صاحب بھی شامل تھے، ثاقب نثار بھی شامل تھا، انہوں نے PCO کے تحت حلف اٹھائے تھے انہیں ہی درد محسوس ہوا اور مجھے توہین عدالت کا نوٹس ملا۔

اس توہین عدالت کے نوٹس میں پورے پاکستان میں کوئی وکیل، جن میں بڑے بڑے نام شامل ہیں اور آج وہ جج ہیں، میرا وکیل بننے کو کوئی تیار نہیں تھا۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کے case میں کچھ نہیں ہے، توہین عدالت تو بنتی نہیں ہے لیکن ہم عدالت کو ناراض نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا آپ کے بارے میں mood خراب ہے۔ اس میں ان کے میں نام نہیں لینا چاہتا جو آج جج ہیں اور اس صورت حال میں ہماری قیادت نے عاصمہ جہانگیر صاحبہ سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیس لڑیں گی لیکن اس سے پہلے ہی اسی conversation میں جس کے گواہ اعظم نذیر تارڑ صاحب بھی ہیں، عاصمہ جہانگیر صاحبہ وفات پا گئیں۔ اس کے بعد بھی دو تاریخوں پر مجھے کوئی وکیل نہیں ملا، میں احسان مند ہوں کامران مرتضٰی صاحب کا جو ہمارے ایوان کے رکن بھی ہیں، پورے پاکستان میں مجھے کوئی وکیل نہیں ملا تو انہوں نے کہا کہ چلو میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔

جناب والا! آپ یہ دیکھ لیں کہ میرے جیسے کے لیے کوئی معافی نہیں تھی۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-18)

T18-22MAY2024 Mariam/Ed:Ahsan 01:20 p.m.

(جاری)۔۔۔ سینیٹر محمد طلال بدر: میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔ میرے جیسے کے لیے کوئی معافی نہیں تھی پوری دنیا میں توہین عدالت کا قانون ہے جس میں scandalize کرنا ہے، ridicule کرنا ہے۔ یہ مہذب دنیا میں ختم ہو چکا ہے۔ یہ والی side مہذب ہی ہے۔ دنیا میں یہ ختم ہو چکا ہے لیکن آج بھی ہم 19th Century کے سارے ہتھکنڈے صرف اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ لوگ اپنی بات نہ کہہ سکیں۔ مجھے بتا دیجیے یہاں پر بہت سارے وکلاء اور opposition سے بھی موجود ہیں کیا یہ قانون ختم نہیں ہو چکا، کس مہذب دنیا میں عدالت آج بھی scandalize کرتی ہے۔ آج بھی توہین عدالت سے اراکین اسمبلی نہیں کسی عام آدمی کو بھی وہ notice نہیں کرتے اور یہاں پر چن چن کر notice بھیجے جاتے ہیں۔

میرا نہیں خیال کہ توہین عدالت ہیں میرے جیسے کسی سیاسی کارکن کو سزا دینے سے عدالت کا کوئی وقار بلند ہو گا یہ جو آئین بنانے والوں کو سزا دیں گے تو وقار بلند نہیں ہو گا۔ آئین توڑنے والوں کو سزا دیں۔ فیصل واوڈا صاحب سے میں تو talking terms پر بھی نہیں تھا میرا ان سے اتنا شدید اختلاف ہے۔ میری اس side پر بھی بہت سے فاضل رکن موجود ہیں اور ان کے وہ لوگ بھی جن میں روف حسن صاحب اور باقی

شامل ہیں انہوں نے recently گفتگو کی ہے۔ وہ توہین عدالت کے زمرے میں زیادہ آتی ہے لیکن میں سیاسی کارکن کے طور پر ایسا بزدل نہیں ہوں کہ اپنے مخالفوں کو کہوں کہ technicalities کے پیچھے چھپا کر نااہل کیا جائے۔

سیاست کا مقابلہ سیاسی میدان میں ہونا چاہیے اور یہ کہتے ہیں کہ جی personal agenda پر بات ہو رہی ہے۔ کیا personal agenda ہے؟ یہ جو پارلیمنٹ ہے، جسے کہتے ہیں mother of institutions ہے، اس کی توہین کب نہیں ہوئی؟ ہمیشہ restraint کا مظاہرہ کیا ہے اس پارلیمنٹ نے، اس کے وزیر اعظم کو لٹکا دیا جائے، اس کے وزیر اعظم کو، اتنی جلدی کسی municipal committee کے clerk کو نہیں نکالا جاتا جس طرح ہمارے وزیر اعظم کو تا حیات نااہل کر دیا جاتا ہے۔ اس پارلیمنٹ نے restraint کا مظاہرہ کیا، کوشش کی کہ اداروں کے درمیان ایسا تصادم نہ پیدا ہو اور موجودہ حالات میں تو بلکل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جب یہ صورتحال ہو تو ملک میں لگتا ہے کہ ادارے آمنے سامنے ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! میری گزارش یہی ہے کہ جو اصول درگزر کا ہے، magnanimity کا ہے، restrain کا ہے عدالت کو اس کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور میرا نہیں خیال کہ اس طرح کے notice سے کوئی عدالتی وقار میں اضافہ ہوگا اور اگر پھر ہم بات ہی کرنے نکلے۔ ابھی کہا گیا ہے کہ یہ personal agenda پر بات ہو رہی ہے۔ کچھ دیر پہلے ہی ایک لیڈر عدالت میں پیش ہوتا تھا، وقت صبح 9 بجے کا ہوتا تھا اور وہ شام 9 بجے آتے تھے اور در و دیوار ہلا دیتے تھے۔ اسلام آباد کا جو Judicial complex ہے اس کی کوئی کھڑکی دروازہ نہیں بچا تھا لیکن توہین عدالت نہیں ہوئی تھی۔ اسلام آباد تشریف لائے Supreme Court کے حکم پر تشریف لائے اور پورے اسلام آباد کا کوئی درخت کوئی چیز نہیں بچی، آگ لگا دی گئی، توہین عدالت آج بھی ادھر ہی پڑی ہے۔

میں نہیں چاہوں گا کہ توہین عدالت پر سزا ہو لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ چن چن کر notice دیے جائیں۔ میری یہی گزارش ہو گی کہ اس پوری صورتحال میں عدالت اپنا وقار اپنے فیصلوں سے بلند کرے۔ عدالت اپنا وقار اس conduct سے، وہ اصول، وہ قانون جن پر پوری دنیا میں لوگ کسی بھی قسم کا notice نہیں کرتے اس کا سہارا لینے کی بجائے اپنی عدالتی کارکردگی سے اپنا وقار بہتر کریں اور میں دوبارہ ایک دفعہ یہ چاہوں گا کہ اگر آپ ,Sicilian Mafia اگر آپ ,god father ،proxy اس طرح کے الفاظ کہیں گے تو میرا خیال ہے اس پر تو آپ خود ہی غور کر لیں کہ اس طرح کے الفاظ کون برداشت کرے گا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! جب یہ case چل رہا تھا یہ بھی ایک تاریخی بات ہے، case چل رہا تھا تو ثاقب نثار صاحب نے مجھے یہ message بھجوایا کہ اگر تم نواز شریف اور مریم نواز کے خلاف بیان دو گے stage پر بیٹھے ہوئے ہیں تو پارلیمنٹ میں جاؤ گے نہیں تو تم جیل جاؤ گے اور اس بات کو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کی کسی قسم کی تحقیق جب کر لی جائے۔ اور اس کے بعد ایک اور بات، اس کے گواہ بھی اعظم نذیر تارڑ صاحب اور کامران مرتضیٰ صاحب ہیں۔ میری review petition لگی ہوئی تھی اسی دن General Bajwa کو extension دینے کا case لگا ہوا تھا۔ میرے جیسے سیاسی کارکن کو معافی نہیں ملی لیکن General Bajwa کو extension مل گئی تھی اس دن اسی عدالت کے اندر۔ یہ same day and date کی کہانی ہے عدالت کا وقار میرے جیسے اراکین پارلیمنٹ کو توہین عدالت کا notice دینے سے بلند ہو گا؟ نہیں!

آپ کو اپنی کارکردگی 140 number سے 40 number پر لے جانا پڑے گی۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہیں، ہم کسی ایسی لڑائی کا حصہ نہیں بننا چاہتے اور نہ ہی لڑنا چاہتے ہیں کہ یہاں لگے کہ Parliament vs. Judiciary ہے۔ ہم آپ کے رکھوالے ہیں آپ نااہل بھی کریں تو ہم نے آپ کی نااہلیاں۔۔۔ آپ نے پھانسی کے پھندوں سے بھی جھولا ہے تو سیاست دان جھک کر جھول گئے ہیں لیکن آپ کی عزت پر فرق نہیں آنے دیا لیکن بس کریں۔ اس کام کو روکیں ادھر ہی اور میں دوبارہ ایک دفعہ یہ بات دوہرادوں کہ Chief Justice آپ پسندیدہ ترین Chief Justice ہیں پاکستان کے۔ آپ نے تو خود زیادتیاں برداشت کی ہیں، آپ magnanimity، restrain، اور درگزر کا اصول اپنائیں۔ میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ختم کرنا چاہوں گا لیکن اگر دوبارہ بولنے کی دوبارہ ضرورت پڑی تو ضرور بولیں گے۔

میں چپ رہا تو مار دے گا مجھے میرا ضمیر

گواہی دی تو عدالت میں مارا جاؤں گا

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر کامران مرتضیٰ آپ JUI کی طرف سے بولیے گا۔ This is the last speech پھر Law Minister آپ اس issue کو wind up کریں گے۔ اس کے بعد دوسرے matters پر بات کر لیں گے۔ آپ کر لیجیے گا اس کے بعد۔ جی آپ نے بولنا ہے؟ یہ wind up ہو جائے تو اس کے بعد۔ آپ کا استحقاق ہے کہ آپ کریں اس کے بعد۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے ابھی floor ان کو دیا ہوا ہے آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں آپ کو floor بعد میں دے دیں گے۔ جی جی آپ کو اس کے بعد دے دیں گے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ تشریف رکھیں، موقع سب کو ملے گا۔ پہلے ایک ایک Party کا member بول رہا ہے سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم چیئرپرسن! آپ کا شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ Chair کر رہی ہیں۔ جب بھی کوئی خاتون Chair کرتی ہے تو ہمیں زیادہ خوشی ہوتی ہے اس بات سے۔۔۔ (جاری)

T19-22MAY2024 FAZAL/ED: Waqas 01:30 pm

سینیٹر کامران مرتضیٰ۔۔۔ جاری۔۔۔ تو ہمیں اس بات سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ کرے کہ چیئرمین صاحب کی جگہ پر چیئرپرسن صاحبہ ہو اور ہم وہ نظام چلا رہے ہوں۔ بلکہ اللہ یہ بھی کرے کہ کوئی خاتون اس ملک کی وزیر اعظم یا صدر ہو۔ یہ JUI کی طرف سے آپ کے لیے message ہے۔

میڈم چیئرپرسن! جب کوئی بات ہوگی اس ایوان کی توقیر کی یا ایوان کے ممبرز کی توقیر کی تو ہم یقیناً ساتھ ہوں گے۔ ایوان کے ساتھ بھی کھڑے ہوں گے اور ایوان کے ممبرز کی توقیر کے لیے ان کے ساتھ بھی کھڑے ہوں گے۔ مگر جس طرح یہ اجلاس بلایا گیا اس میں میرے جیسے ان پڑھ آدمی کو یہ تاثر ملتا ہے کہ اس اجلاس کو بلانے کا مقصد بظاہر صرف ایک ہی ہے۔ وہ مقصد کئی ہفتوں سے مسلسل نظر آ رہا ہے۔ کچھ ججز آج بھی نشانے پر ہیں۔ گو کہ کچھ ججز کل بھی نشانے پر تھے مگر کچھ ججز آج بھی نشانے پر ہیں۔ ان میں ایک سپریم کورٹ کے جج ہیں۔ کچھ اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججز ہیں۔ وہ آج بھی نشانے پر ہیں۔ کم سوچنے والوں کو پتا چلتا ہے کہ ان کو کیوں نشانے پر رکھا گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ کوئی فیصلہ منشا کے مطابق نہ آئے یا کوئی remarks منشا کے مطابق نہ آئیں تو پھر ان کو ٹارگٹ کر لیا جاتا ہے۔ یہ آج نہیں کیا جاتا یہ اس معاشرے کا رواج ہے۔ یہ کل بھی کیا جاتا تھا اور یہ آج بھی کیا جاتا ہے۔ کل میرے بھائی طلال چوہدری اس کے نشانے پر تھے آج کوئی اور نشانے پر ہوگا۔ تو ہم نے ہر طرح سے اس معاملے کو بھگتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اجلاس تو بلوایا جائے جب کوئی اور business موجود نہ ہو اور باقی چیزوں

وقفہ سوالات وغیرہ کو بھی ختم کر دیں اور صرف اس بات پر لے کر چلیں کہ اگر ہمارے کسی ساتھی یا دوست کو کوئی نوٹس issue ہو گیا ہے اور معاملہ باوجود اس کے کہ sub-judice ہے۔ ہم اس پر debate کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح سے debate کریں کہ جس میں ایک ادارے کو یہ احساس دلایا جائے کہ یہ ادارہ ہم سے کمتر ہے۔ یقیناً پارلیمان ہر چیز کی ماں ہے۔ Sovereign تو کہنا نہیں چاہیے کیونکہ sovereign تو نہیں ہے۔ شاید کتاب کی حد تک تو sovereign بھی ہے۔ اگر ہم اس کو sovereign کہیں تو پھر حقیقت میں تضاد آ جائے گا۔ لگتا یہی ہے کہ اس وقت کچھ ججز کو نشانے پر رکھا گیا ہے۔ حکومت میں بیٹھے ہوئے یہ ہمارے دوست ہیں۔ ہم نے ان کے ساتھ مل کر تحریک بھی چلائی۔ ہم ان کے ساتھ حکومت میں بھی شریک رہے۔ کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ اداروں کے کچھ افراد حکومتی بینچوں پر بیٹھے ہوئے ہوں اور وہ اس طرح سے تنقید کریں یا وہ ججز کو اس طرح نشانے پر رکھیں کہ جس سے یہ تاثر پیدا ہو۔ کسی دوست نے کہا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس proxy کو آگے لے کر چلیں۔ میں عام آدمی کے طور پر آپ کو یقین سے یہ کہتا ہوں کہ لگتا بظاہر یہی ہے کہ ایک proxy ججز کے خلاف شروع ہوئی ہے اس کو لے کر چلنے میں شاید ہم بھی شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ میری بات غلط ہو۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: گزارش ہے کہ کسی فاضل سینیٹر کے بارے میں یہ لفظ آپ استعمال نہ کریں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں بالکل ان کا احترام کرتا ہوں مگر اس احترام کے ساتھ ساتھ ایک matter جب sub-judice ہو جائے گا اور کسی ادارے کی بات آئے گی تو اس کا بھی ہم کو اتنا ہی احترام کرنا چاہیے۔ اس میں بھی ہمیں دستور کو مد نظر رکھ لینا چاہیے کہ ہم کو یہ بات کرنی چاہیے تھی یا نہیں۔ کیا اجلاس کا مقصد expressly or impliedly یہ نظر آنا چاہیے تھا کہ اس طرح ہم کسی کو خدانخواستہ، میری بات غلط ہو گی بالکل غلط ہو گی اور آپ اس کو شدت کے ساتھ غلط کہہ دیں مگر بظاہر عام آدمی شاید یہی سوچ رہا ہے۔ ہمارا ہاتھ لوگوں کی نبض پر ہوتا ہے۔ ہمارا ہاتھ جب لوگوں کی نبض پر ہوتا ہے تو فرض کریں کہ ہم یہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ اور سب سے ایوان بالا کے لوگ اگر کسی طرح خدانخواستہ اس پر question کریں گے تو پھر ایک عام آدمی سے آپ کیا توقع رکھیں گے۔

میڈم چیئرپرسن! کل میں یہاں پر بیٹھا ہوا تھا تو امام ابو حنیفہ کی بات ہوئی۔ میں ان کا follower ہوں۔ تو ظاہر ہے میں ان کی بھی بہت عزت کرتا ہوں۔ میں اس دوست کی بھی بہت عزت اور احترام کرتا ہوں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی بات کی تھی۔ امام ابو حنیفہ کی بات تو کر لی مگر کیا ہم نے اس وقت کی حکومتوں کی بات کی۔ امام ابو حنیفہ کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا تھا۔ کیا آج ہم اسی طرح ان حکومتوں کی پیروی نہیں

کر رہے ہیں۔ جب بظاہر یہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میرے ذہن میں یہ سوال آتا ہے۔ غلط ہوگا۔ میرے جیسا آدمی کم سوچتا ہے۔ میرے ذہن میں یہ سوال آیا تھا کہ کیا ہم ان حکومتوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ چلیں امام ابو حنیفہ کی کوئی پیروی کر رہا ہوگا یا نہیں کر رہا ہوگا۔ مگر ہم جب حکومت میں بیٹھتے ہیں تو ہم اسی روش کو لے کر چل رہے ہیں جیسے عام مسلمان حکومتوں نے اسی طرح کیا اور اسی طرح آج بھی ہم ان کی پیروی کر رہے ہیں۔

میڈم چیئرپرسن! عدلیہ کا کردار تو ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی فیصلہ ہوتا ہے۔ ہر کیس میں کم از کم دو فریق تو ہوتے ہیں۔ جب بھی فیصلہ ہوتا ہے تو دو فریقوں میں ایک فریق تو ناراض نکلتا ہے۔ ہمارے ہاں رواج یہ ہے کہ وہ ایک فریق اس کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے اور تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے شاید ہم اپنی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا جب ایک نوٹس issue ہوگیا۔ میں نوٹس کا حامی نہیں ہوں۔ میں contempt law کا بھی حامی نہیں ہوں۔ مگر فرض کیجیے کہ اس وقت ایک prevailing law کے تحت، ہم نے اس law کو آج تک undo نہیں کیا۔ ایک prevailing law کے تحت ایک نوٹس issue ہو گیا۔ Matter sub-judice ہوگیا۔ آج ہاؤس میں دوسرا دن چل رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک دو دن کے بعد یہ House prorogue بھی ہو جائے گا۔ کیا ہم کو ایسا کرنا چاہیے تھا کہ ہم سارا وقت اسی معاملے پر گزار دیتے۔ جن جن issues پر بات ہوئی ہے۔ جو جو جج نشانہ بنے ہیں۔ ان میں محسن اختر کیانی، بابر ستار اور اطہر من اللہ بھی ہیں۔ محسن اختر کیانی نے کیا کیا ہے۔ اس کا گناہ پہلے دیکھ لیتے ہیں۔ اس کا گناہ یہ ہے کہ اس نے missing persons کا معاملہ اٹھایا تھا۔ میرے صوبے میں سب سے بڑا issue یہی ہے۔ ہم میں سے تو کسی کو یہ ہمت نہیں ہوئی۔ میں اپنے ججوں کی بات کر رہا ہوں۔ دس دس، پندرہ پندرہ اور بیس بیس سالوں سے یہ issue چل رہا ہے اور ہم میں سے کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ ہم اس معاملے پر بات کریں۔ آج بھی ان کی مائیں، بہنیں، بچیاں اور بچے ان کے لیے رل گئے ہیں مگر ہم نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ تو محسن اختر کیانی اس لیے خراب ہوگیا۔ ٹھیک ہے کہ اس کی language اچھی نہیں ہوگی۔ میں خود کہتا ہوں کہ جج کو جو کچھ کرنا چاہیے وہ قلم سے کرنا چاہیے۔ وہ زبان استعمال نہیں کرنی چاہیے یا ہم سے بہتر زبان استعمال کرنی چاہیے۔ تو بہتر زبان کے استعمال نہ کرنے پر کیا House کے دو دن اس معاملے پر لگائے جا سکتے ہیں۔ بابر ستار صاحب کا کیا issue ہے؟ بابر ستار کا بھی آپ کو پتا ہے کہ ان کا معاملہ کہاں پر relate ہوتا ہے۔ درست ہوگا یا غلط ہوگا۔ آپ اس فیصلے سے اتفاق کریں یا نہ کریں مگر اس طرح نہ کریں کہ ججوں کو آپ رل دیں۔ ججوں کی بے عزتی کی جائے۔ یہ ہمارا حق نہیں ہے۔ اطہر من اللہ صاحب کو لے لیں۔ اطہر من اللہ نے کیا کیا تھا؟ میں ان باتوں کو دہراتا نہیں۔ اس گناہ پر ان کو بھی target کیا ہوا ہے۔ اس طرح نہ کریں۔ کل اگر ہم طلال چوہدری

صاحب کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ طلال چوہدری صاحب کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ ممکن ہے ہم آج بھی یہ سمجھیں کہ زیادتی ہو رہی ہے مگر یہ اس سے بھی بڑی زیادتی ہے کہ یہ معاملہ جب sub-judice ہو گیا ہے۔ اس کو House میں لا کر اس پر مسلسل debate کی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ آپ نے فلاں سال یہ کیا تھا اور فلاں سال یہ کیا تھا۔ اگر ہم نے ماضی کے اوراق کھولنے ہیں تو شاید اس پارلیمنٹ میں، کسی نے کہا کہ ہم نے کل ان کی توقیر کی تھی اور آج بھی توقیر کر رہے ہیں۔ جس وقت بھی اس پارلیمنٹ پر ہاتھ ڈالا جاتا۔ وزیر اعظم صاحب کی بات کی گئی ہے کہ جن کو نااہل کیا گیا۔ ایک وزیر اعظم صاحب کی بات کی گئی ہے جن کو پھانسی دے دی گئی۔ تو کل اگر ہم بطور پارلیمان ان کے ساتھ کھڑے ہوتے تو اس کے بعد شاید وہ واقعات بھی پیش نہ آتے۔ (آگے T20 پر جاری ہے)

T20-22May2024 Rafaqat Waheed/Ed: Khalid 1:40 pm

سینیٹر کامران مرتضیٰ: (جاری) کل اگر ہم بطور پارلیمان ان کے ساتھ کھڑے ہوتے تو شاید وہ واقعات بھی پیش نہ آتے۔ کمزوری اگر وہاں پر تھی یا ہے تو کمزوری یہاں پر بھی ہے۔ خدا کے واسطے! اتنے بڑے ادارے کو اس طرح سے رسوا نہ کیجیے یا اتنے بڑے ادارے کے ممبرز کو اس طرح سے خراب نہ کیجیے اور وہ بھی treasury کی جانب سے۔ خدانخواستہ، جو آپ کے الٹے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں، اگر وہ اس طرح کی بات کر دیں، ہم اپوزیشن میں بیٹھے لوگ اس طرح کی بات کر دیں تو شاید digest ہو جائے حالانکہ وہ بھی قابل فخر بات نہیں ہو گی مگر وہ بات پھر بھی شاید سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھے لوگ ہیں۔ اگر treasury کی طرف سے یہ بات ہو تو یہ غیر مناسب ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی کمتر آواز آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ اس سے بھی بڑے issues موجود ہیں۔ پورا بلوچستان اس وقت جل رہا ہے۔ وہاں امن و امان کی صورتحال انتہائی خراب ہے۔ ہم motion لاتے ہیں، آپ reject کر دیتے ہیں۔ میں چیئرپرسن اور چیئرمین کی بات کر رہا ہوں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وہ motion بالکل آنا چاہیے اور آئے گا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ہم بہت سارے issues لاتے ہیں، Police versus other institution لیکن اسے reject کر دیا جاتا ہے کہ admissible نہیں ہے۔ اس سے بڑے issues موجود ہیں۔ ان بڑے issues کو debate کرنے کی بجائے چھوٹے issues کو اہمیت دی جاتی ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اب چھوٹا بڑا issue میرے اور آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر کسی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے تو اس ہاؤس کی کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے ہیں۔ آپ بھی مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ *suo motu* کی تلوار کا معاملہ پہلے بھی اس ہاؤس میں زیر بحث آ چکا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم! آپ بھی حکومتوں میں رہ چکی ہیں، آپ بھگت بھی چکی ہیں، بہت سارے دوست حکومتوں میں رہ چکے ہیں، وہ اس وقت آرٹیکل (2)185 کو amend کر دیتے تو شاید بہت سارے معاملات ٹھیک ہو جاتے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! شکریہ، میں نئی بحث شروع نہیں کرنا چاہتی، آپ کا بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ سینیٹر ناصر عباس صاحب! اب briefly جتنا کر سکتے ہیں کریں کیونکہ اب یہ wind up والا کرنا ہے۔ دوسرے ممبران نے بات کرنی ہے، پھر انہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔

Senator Raja Nasir Abbas

سینیٹر راجہ ناصر عباس: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میڈم! آپ کا شکریہ۔ میں یہاں پر بالکل نیا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی سینیٹ میں نہیں رہا، نہ کسی پارلیمنٹ میں رہا۔ یہاں جتنے بھی اراکین موجود ہیں، سب میرے seniors ہیں اور سب مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ سیکھوں اور یہ بھی کہ جو حلف اٹھایا ہے، اس کے مطابق بات کروں۔ کبھی اگر میری طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو اس کو میں زیادتی کہوں گا اور کبھی نہیں کہوں گا کہ جو میں کہہ رہا ہوں، وہ حق اور سچ ہے اور جو میرے مقابلے میں صحیح کہہ رہا ہے، وہ غلط ہے۔ ان شاء اللہ، میں سیکھوں گا، یہاں بڑے senior دوست بیٹھے ہوئے ہیں اور کوشش کروں گا کہ پاکستان کے مظلوم عوام کا ایک نمائندہ بن کر رہوں اور ان کے حقوق کی جنگ لڑوں اور ان کے لیے جہاں تک سینیٹ میں کام ہو سکتا ہے، ان شاء اللہ، سب کے ساتھ مل کر کام کروں۔

کل رؤف حسن صاحب کے ساتھ جو واقعہ ہوا، قابل مذمت ہے۔ میرے خیال میں اس ایوان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اس کی مذمت نہ کی ہو۔ اس کے بارے میں تحقیقات ہونی چاہییں اور ان کا باقاعدہ مواخذہ ہونا چاہیے جنہوں نے یہ کام کیا ہے۔ دوسرا، سید فرہاد احمد ایک شاعر ہے، ایک صحافی ہے۔ وہ ایک غریب آدمی ہے۔ اس کا ڈھوک حسو میں پانچ مرلے کا کرایے کا گھر ہے۔ کوئی مالدار آدمی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بینک بیلنس رکھتا ہے۔ وہ missing ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک ظلم ہوا ہے اور اس ایوان کو اس حوالے سے آواز اٹھانی چاہیے تاکہ اس غریب آدمی کے جو بیوی بچے ہیں، وہ یہ سمجھیں کہ اس وطن پاکستان کے اندر ہمارے حق میں بولنے والے موجود ہیں اور ہمارے حقوق کی جنگ لڑنے والے موجود ہیں اور وہ ہمیں انصاف دلوائیں گے۔ لہٰذا، یہ واقعہ بھی قابل مذمت ہے۔

میرے خیال میں کسی بھی شخص کو missing کرنا ایک مہذب ملک کے اندر قابل برداشت نہیں ہے۔ نہ اس کی قانون اجازت دیتا ہے، نہ آئین دیتا ہے، نہ دین اجازت دیتا ہے اور نہ انسانی values اور اقدار اجازت دیتی ہیں کہ آپ لوگوں کو اٹھائیں اور انہیں missing

کریں۔ میں ایسے دوستوں کو اور لوگوں کو جانتا ہوں جو سات سات، آٹھ آٹھ سال سے missing ہیں۔ جب وہ missing ہوئے تھے تو اس وقت کے DG (C) ان کے گھر والوں کو کہتے تھے کہ ایک ہفتے میں آ جائے گا، دو ہفتے میں آ جائے گا۔ ایک ہفتہ، دو ہفتے، چار ہفتے اب کئی سالوں میں بدل گئے ہیں، ان کے جو بچے چوتھی کلاس میں پڑھتے، وہ میٹرک کر چکے ہیں جبکہ ان کی مائیں انتظار کرتے کرتے مر چکی ہیں۔ لہٰذا، یہ missing persons کا مسئلہ انتہائی ظلم ہے۔

اس ہال کے اندر میں نے جو کل سے سنا ہے، ہر ایک کو تشنۂ عدالت پایا ہے۔ عدل نہیں ہے، انصاف نہیں ہے، ظلم ہو رہا ہے، زیادتی ہو رہی ہے، لاقانونیت ہو رہی ہے، حق پامال کیا جا رہا ہے۔ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ یہ زیادتی کسی کے ساتھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے دشمن کے ساتھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کا بھی حق پامال نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے دشمن کا بھی حق پامال نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اس نقطے پر آ جائیں کہ عدل و انصاف rule of law کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے اور rule of law نہیں ہوگا تو عدل و انصاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ آئیں rule of law کی طرف چلیں۔ اس ملک کو قانون کی عملداری دیں، آئین کی سربلندی اور حکمرانی دیں۔ اگر آئین پر عمل ہو، قانون پر عمل ہو، یہ جو ہم اپنے دکھ درد لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا موقع ہی نہیں آئے گا کیونکہ ہم اپنے عوام کے ترجمان بنیں گے۔ ایک بزرگ دوست نے کہا کہ ہم یہاں 25 کروڑ عوام کے نمائندے موجود ہیں۔ جس حال سے ہمارے پاکستان کے عوام گزر رہے ہیں، جس مہنگائی کا سامنا کر رہے ہیں، بجلی کے بل دیکھ لیں، آپ سب معاشرے میں رہتے ہیں، میں بھی معاشرے میں رہتا ہوں، بے روزگاری کو دیکھ لیں، مشکلات کو دیکھ لیں، ان کے لیے تعلیمی سہولتیں نہیں ہیں، صحت کی سہولتیں نہیں ہیں، ہمارا غریب طبقہ مہنگائی کی چکی میں پِس رہا ہے، مڈل کلاس کے لوگ نیچے گر رہے ہیں، ہر طرف فقر بڑھ رہا ہے۔ حضرت علی کا قول ہے (عربی) بعض اوقات غربت اور فقر انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ سماجی اور اخلاقی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں چاہیے کہ ہم عدل سب کے لیے مانگیں، انصاف سب کے لیے مانگیں، صرف اپنے لیے نہیں۔

پاکستان میں حالیہ دنوں میں، پہلے بھی اور ابھی بھی، دس بارہ ہزار جو میں نے سنا ہے، سیاسی قیدی ہیں، خواتین قیدی ہیں۔ ڈاکٹر یاسمین راشد صاحبہ سے میں آج تک نہیں ملا ہوں لیکن میں نے انہیں دیکھا ہے، پڑھا ہے، سنا ہے، ایک معزز اور پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ وہ دہشت گردی کے کیسز میں پکڑی ہوئی ہیں۔ عالیہ حمزہ صاحبہ کی والدہ میرے گھر آئیں۔ ایک انتہائی پڑھی لکھی خاتون، سکول ٹیچر، ہیڈ مسٹرس کہہ رہی تھیں کہ میری بچی کے لیے آواز اٹھائیں۔ عالیہ حمزہ کا شوہر کینسر میں مبتلا ہے، وہ کینسر کا مریض ہے، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ کبھی لاہور میں، کبھی میانوالی میں، کبھی سرگودہا میں اس کو ایک ہی وقت کے کیسز میں لے جایا جاتا ہے۔ یہ ناانصافی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے اور شیم شیم کی آوازیں سنائی دیں)

سینیٹر راجہ ناصر عباس: اسی طرح سے اُس طرف بیٹھے ہوئے دوستوں میں جس کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، وہ زیادتی اور ناانصافی ہے۔ ہم سب کو condemn کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ جب حضرت علی کے فرقِ مبارک پر ضرب پر لگی، وہ بستر شہادت پر تھے تو انہوں نے ایک وصیت کی (عربی) ظالموں کے دشمن بن کے رہنا اور مظلوموں کے مددگار بن کے رہنا۔ سوسائٹی میں دو ہی طبقے ہیں، ظالم اور مظلوم۔ ہمیں مظلوم کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ ہم 25 کروڑ عوام کے نمائندے ہیں تو 25 کروڑ عوام میں جو مظلوم ہیں، وہ اکثریت ہے، ہمیں ان کا نمائندہ بننا پڑے گا۔ کیا وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں ان کا نمائندہ ہوں؟ میں تب ان کا نمائندہ بنوں گا جب ان کا ترجمان بنوں گا۔ جب میں بولوں گا، وہ سمجھیں گے کہ ہم بول رہے ہیں۔ جب میں چلوں گا، وہ سمجھیں گے کہ ہم چل رہے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں آپ مظلوموں کا حال دیکھ لیں۔ دنیا میں ایسا ہی ہے۔ غزہ میں دیکھ لیں۔ غزہ کے مظلوموں کا کیا حال ہے؟ آج دنیا کی مہذب، civilized اور cultured حکومتیں جو اپنے آپ کو democratic کہتی تھیں، بے نقاب ہو چکی ہیں۔ غزہ میں نسل کشی ہو رہی ہے۔ عورتیں اور بچے مارے جا رہے ہیں۔ کون support کر رہا ہے؟ امریکہ، برطانیہ اور یورپ جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان قاتلوں اور درندوں کے ساتھ normalization کریں۔ اسرائیل کے ساتھ، اس درندے کے ساتھ normalization کی باتیں پاکستان میں ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کا سفارتخانہ ہمارے ملک میں کھلے گا۔ پاکستان کے غیرت مند عوام یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ قاتل، مجرم، illegal اور illegitimate حکومت کا یہاں پر سفارتخانہ کھلے اور اس کی یہاں پر نمائندگی ہو۔ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ یہ ظلم کا ساتھ دینا ہے اور اسے قبول کرنا ہے۔ ہم ظالموں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ Pick and choose نہیں ہو سکتا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! آپ کس سفارتخانے کی بات کر رہے ہیں؟ اسرائیل کا کوئی سفارتخانہ میری اطلاع کے مطابق نہیں بن رہا۔ چہ مہ گوئیاں بہت ہوتی ہیں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: Normalization کی بات ہو رہی تھی۔ NDU میں باتیں ہوئی ہیں۔ باجوہ صاحب نے سب MNAs کے ساتھ جو وہاں پر موجود تھے، سیاستدان تھے، بیوروکریٹ تھے، وہاں بات کی۔ بہرحال، مجھے خوشی ہے کہ آپ کہہ رہی ہیں کہ یہاں پر normalization کی طرف کوئی بھی بات نہیں جائے گی۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میری اطلاع میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: ہمارا سینیٹ اس کے مقابلے میں ان شاء اللہ، کھڑا ہو جائے گا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ان شاء اللہ۔ وزیر اس وقت بیٹھے ہیں، آپ wind up کریں تو وہ وضاحت کریں گے۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: بس میں ان شاء اللہ، اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ابڑو صاحب! آپ تجاوز کر رہے ہیں۔ (جاری۔۔۔T21)

T21-22May2024 Naeem Bhatti/ED: Mubashir 1:50 pm

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ابڑو صاحب! آپ تجاوز کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو rules کا ادراک نہیں ہے تو مجھے بھی آپ کا mic on کرنے کا کوئی plan نہیں ہو گا۔ آپ بیٹھ جائیں، Chair بالکل ruling دے سکتی ہے۔ سینیٹر صاحب! آپ جاری رکھیں نہیں تو آپ دونوں کا mic بند ہوگا، آپ کو rules کا نہیں پتا تو آپ تشریف لے جائیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ لوگ تمیز کے دائرے میں رہیں، کسی کی ہتک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ علامہ صاحب! آپ Chair کی طرف مخاطب ہوں اور اپنی تقریر جاری رکھیں، آپ مہذب بول رہے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے ان سے کہا ہے کہ آپ آرام سے بات کریں، آپ تشریف رکھیں، عون صاحب! آپ حوصلہ کریں، ان کو بات کرنے دیں، ان کا وقت مت لیں۔ جی علامہ صاحب! آپ بات جاری رکھیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بالکل میرا حق ہے کہ میں ان سے پوچھوں سفارت خانہ کھل رہا ہے کہ نہیں۔ جی۔ ان کا پہلا خطاب ہے، انہیں بات کرنے دیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے انہیں بالکل نہیں روکا ہے۔ ان کا خطاب خراب مت کریں، میں ان کے حق میں بولی تھی کہ انہیں وضاحت کی ضرورت ہے۔ علامہ صاحب! بات جاری رکھیں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: شکریہ، میڈم چیئرپرسن۔ عدل کا نفاذ یعنی قانون کی حکمرانی اس وقت ہو گی جب ہم عدل سے عشق کریں گے، مولا علی کہتے ہیں کہ ایک رات میرے پاس ایک شخص آیا تو میں نے اسے کہا کہ تم میرے لیے یہ کیا لے کر آئے ہو، یہ ہدیہ ہے، عطیہ ہے، زکوۃ ہے، صدقہ ہے جو ہم پر حرام ہے، اس نے کہا کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھ پر رونے والیاں روئیں، مجھے یوں لگا کہ جیسے یہ زہر ہے یا سانپ کی قے ہے، میں نے اسے کہا کہ (عربی) ترجمہ: اگر مجھے ساری کائنات دے دی جائے کہ علی تو نے چھوٹا سا ظلم کرنا ہے کہ چیونٹی کے منہ سے جُو کا چھلکا چھیننا ہے، میں کبھی چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کروں گا، چیونٹی جو پاؤں کے نیچے آ کر روند دی جاتی ہے، اس کا کوئی احساس نہیں کرتا۔ اس ملک میں اس وقت عدل آئے گا، rule of law اس وقت آئے گا جب عدل مقدس ہو گا، rule of law بھی مقدس ہو گا۔

میرے استاد علامہ محمد تقی جعفری فرماتے تھے کہ جب کوئی ڈرائیور drive کرتے ہوئے ٹریفک کی redline cross کرے تو check کرو کہ وہ اندھا ہے یا پاگل ہے، اس نے قانون کو اتنا گھٹیا اور پست کیوں سمجھا ہے کہ اس نے اسے پاؤں تلے روند دیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہم سب rule of law پر عمل کرتے ہیں، ایمان رکھتے ہیں، ایمان رکھنا اور ہے اور اس پر عمل کرنا اور ہے، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اس نے نماز فرض کی ہے، ہم نماز نہیں پڑھتے، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے جھوٹ کو غلط کہا ہے لیکن اس کے باوجود ہم جھوٹ بول جاتے ہیں۔ Rule of law پر جہاں ایمان ہے، باور ہے، یقین ہے، اللہ کہتا ہے، دین کہتا ہے، قانون کہتا ہے اور آئین کہتا ہے کہ Parliament عوام کے حق میں جو قانون pass کرتی ہے، اس پر عمل کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے نماز پڑھنا فرض ہے۔ اگر میں کبھی بھی traffic میں redline cross کروں گا، میں راجہ ناصر، میں فاسق و فاجر ہوں، میں گناہگار ہوں، میں نماز نہیں پڑھ سکتا، میں قانونی مجرم تو ہوں ہی، میں اللہ کا بھی مجرم ہوں۔ اس لیے ہمارے ملک میں rule of law کہاں ہے، آپ سارا دن دیکھتی ہیں کہ جب پولیس والا کسی کو پکڑتا ہے، اس کا حق ہے کہ وہ پکڑے، جب وہ کسی کے منہ پر تھپڑ مار رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہاں rule of law ہوتا ہے؟ ایک انسان کی تحقیر و توہین جسے اللہ نے کہا کہ (عربی) ترجمہ: میں نے انسان کو کرامت دے کر خلق کیا ہے۔ ظالم ترین انسان کے منہ پر بھی تھپڑ نہیں مارا جا سکتا۔ یہ rule of law نہیں ہے بلکہ قانون کو پاؤں تلے پامال کیا گیا ہے۔ اس وقت ملک کی سب سے بڑی بیماری rule of law کا نہ ہونا ہے، آئین پر عمل نہ ہونا ہے۔

میں چند دن پہلے چمن بارڈر پر گیا، میں نے دیکھا کہ وہاں ہزاروں لوگ دھرنا دے کر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ مظلوم ہیں، ان کی آواز کوئی نہیں سن رہا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ کچھ لوگ بارڈر کے اِس طرف رہتے ہیں اور ان کی زمینیں اُدھر ہیں، ان کا آنا جانا تھا، ان کا روزگار بھی لگا ہوا تھا۔ انہیں کہا گیا کہ پاسپورٹ بنواؤاور ویزے لگوا کر آؤاور جاؤ۔ حالانکہ میں نے سنا ہے کہ ایران کے ساتھ پاکستان کے بارڈر پر ایک travel letter ملتا ہے یا اس طرح کی کوئی چیز ملتی ہے جس پر وہ آتے جاتے ہیں۔ وہاں گرمی اور سردی میں ہزاروں لوگ کئی مہینوں سے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی آواز کیوں نہیں سنی جاتی، کیا rule of law ہے؟ ان کی بات کوئی سن رہا ہے؟ قانون کس لیے ہوتا ہے، smooth move کرنے کے لیے، قانون hurdles کھڑی کرنے کے لیے نہیں بنایا جاتا، وہ قانون نہیں چلتا، اسی لیے قانون شکنی بھی پیدا ہوتی ہیں کہ جب ہم چند لوگوں کو دیکھ کر ایسا قانون بناتے ہیں تو وہ قانون آگے نہیں بڑھتا۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں امن آئے، عدل وانصاف آئے، کسی کو نہ کوئی جج تکلیف دے سکے، نہ کوئی سپاہی اور نہ وہ جس کے پاس کوئی اختیار ہے۔ آپ دیکھیں کہ misuse of powers کہاں پیدا ہوتی ہے، میڈم! میں نے جو پڑھا ہے، میں IR کا student ہوں، political science کا بھی student ہوں، میں فلسفے کا استاد ہوں، میں فقہ کا بھی استاد ہوں، یہ میں پڑھاتا رہا ہوں، power politics تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ سیاست کی کیا تعریف کرتے ہیں کہ اقتدار کے حصول کی خاطر جو سعی وتلاش کی جاتی ہے، آپ اسے سیاست کہتے ہیں۔ جب اقتدار ہدف بن جاتا ہے، مقصد بن جاتا ہے، یہیں سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ فرعون کیوں بنا، اقتدار کی خاطر کہ اسے ہر حال میں اقتدار چاہیے تھا۔ وہ لوگوں کے بچے مار رہا تھا، اسے بچوں سے خطرہ تھا، جو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے ذبح کروا دیتا تھا۔ نمرود کیوں بنا چونکہ وہ power politics کرتا تھا۔ یزید کیوں بنا، وہ power politics کرتا تھا، اس نے رسول ﷺ کی بیٹیوں کے سروں سے چادریں کھینچ کر انہیں قیدی بنایا، انہیں بازاروں میں پھیرایا، رسول ﷺ کی اولاد کو ذبح کیا، ان کے سر نیزوں پر بلند کیے، یہ power politics ہے۔ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو کہا کہ تم حسین کو قتل کرو، میں تمہیں 'رے' کی حکومت دوں گا، یہ power politics ہے۔

اس ملک میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، پاکستان کا آئین power politics کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ آپ کا Article 1 کہتا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہے، اقتدارِ اعلیٰ اللہ کا ہے، ہم اس کے مالک نہیں ہیں، ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو باپ اس کا ولی ہوتا ہے، اولاد کا ولی باپ ہے، اللہ نے کہا ہے کہ باپ اولاد کا ولی ہے، وہ کب تک اس کا ولی ہے کہ وہ اولاد کے interests کی حفاظت کرے، اگر وہ

اولاد کے interests کو violate کرے، نقصان پہنچائے، اللہ کی طرف سے اس کی ولائت ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے پاس اقتدارِ اعلیٰ اللہ کا ہے، ہمارے پاس امانت ہے، پاکستان کے آئین کے تحت وہ امانت elected members کے پاس ہوتی ہے۔

میڈم! میں عرض کرتا ہوں کہ ہم liberal democracy کی definition کرتے ہیں کہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام پر، پاکستان کا آئین یہ نہیں کہتا، وہ کہتا ہے کہ اللہ کی حکومت، منتخب صالح، صادق امین نمائندوں کے ذریعے عوام پر، حکم اللہ کا چلے گا، حکومت اللہ کی ہو گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ قرآن وسنت supreme ہے، اسی لیے Ideological Council بنائی گئی ہے۔ اس لیے جس کے پاس اقتدار آتا ہے وہ اس کا مالک نہیں ہے، اگر establishment, elected Prime Minister کو پھانسی لگواتی ہے تو یہ power politics کی وجہ سے ہے، وہ ججوں کو استعمال کرتی ہے، جس کو بھی استعمال کرتی ہے، یہ power politics کی وجہ سے ہے، وہ اقتدار اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے چاہے ملک تباہ ہو جائے، ٹوٹ جائے، برباد ہو جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم پاکستان کے آئین کے مطابق چلیں، پاکستان کا آئین ہمیں جو کہتا ہے ہم اس پر عمل کریں۔ اقتدار امانت ہے، ہم مالک نہیں ہیں، وہ نہ ہمارے بچوں کو مل سکتا ہے، نہ اولاد کو مل سکتا ہے، یہ اللہ کی امانت ہے۔ اگر ہم اس امانت میں خیانت کریں، اس power کو misuse کریں جو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے تو ہم اس صلاحیت سے ساقط ہو چکے ہیں، ہم اُس وقت غاصب ہیں، اللہ کے ہاں جوابدہ ہیں۔ (عربی) ترجمہ: ہم جو دیکھتے ہیں، جو سنتے ہیں، جو بولتے ہیں، جو فکر کرتے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہیں۔ لہٰذا پاکستان کو آئین کے مطابق چلایا جائے۔ آج جو لوگ جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں، جو بے گناہ ہیں، پی ٹی آئی کے ہیں، عمران خان صاحب ہیں یا کوئی اور ہیں جو بے گناہ ہیں، وہ مسلم لیگ (ن) کا ہے، وہ پیپلز پارٹی کا ہے، کسی بھی پارٹی کا ہے یا چاہے کسی بھی پارٹی کا نہیں ہے، مظلوم ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے لیے آواز اٹھائیں، ہم ان کے لیے بولیں۔ یہاں سے شروع کریں، جب ہم عوام کے لیے بولیں گے، لوگ ہمارے لیے بولیں گے۔ اگر ہمیں ذرا سی تکلیف ہو جائے ہم چیخنا شروع کر دیں لیکن چیخ چیخ کر عوام کے گلے بیٹھ جائیں، ہم ان کی آواز نہ سنیں، وہ ہمارے لیے نہیں بولیں گے، detach ہو جائیں گے۔ (جاری) (-----جاری)

T22-22May2024 Abdul Razique/Ed: Ahsan 02:00 p.m.

سینیٹر راجہ ناصر عباس: ---(جاری)--- لیکن عوام چیخ، چیخ کر ان کے گلے بیٹھ جائیں اور ہم ان کی آواز نہ سنیں تو پھر وہ بھی ہمارے لیے نہیں بولیں گے اور detach ہو جائیں گے۔ جس حکومت کے ساتھ عوام نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دو دن پہلے ایران کے صدر کی شہادت ہوئی۔ کل سے آج تک ان کے جنازے میں کتنے لوگ ہیں، یہ دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پورے تین سال میں انہوں نے ایک دن

بھی چھٹی نہیں کی تھی۔ Weekend پر وہ مظلوم عوام اور محروم علاقوں میں جاتے تھے۔ لوگوں سے ملتے تھے اور آپ عوام کے ساتھ ان کا تعلق دیکھیں کہ ان کی شہادت کے بعد within 50 days کو 28th June نئے صدر کے انتخاب کے لئے تاریخ طے کر دی گئی ہے۔ جو عوام سے جڑے ہوتے ہیں، وہ نہ تو انتخابات سے بھاگتے ہیں اور نہ ہی عوام سے ڈرتے ہیں۔ اگر ہم عوام کے حقوق کے لئے لڑیں گے اور کوئی چھٹی نہیں کریں گے۔ ہم سینیٹرز ہیں۔ ہم بلوچستان کے مظلوموں اور محروموں کے پاس جائیں اور انہیں engage کریں۔ مزدوروں، ہاریوں اور پسے ہوئے اور کچلے ہوئے طبقوں کے پاس جائیں اور انہیں engage کریں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم آپ کے لئے لڑیں گے اور مریں گے۔ اس کے بعد وہ ہمارے لئے بھی اٹھیں گے اور پاکستان کے لئے کھڑے ہوں گے اور پاکستان آگے بڑھ سکے گا۔ آج ہم جس حال میں پہنچے ہیں، یہ سب power politics کا نتیجہ ہے۔ Power politics کی وجہ سے پاکستان ٹوٹا ہے، power politics کی وجہ سے یہاں عوام اور دستور کے ساتھ کلھواڑ کھیلا گیا اور آج بھی کھیلا جا رہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا شکریہ۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: میں بس آخری بات کروں گا۔ گلگت بلتستان ایک حساس علاقہ ہے۔ SIFC کے ذریعے وہاں کے لوگوں کی زمینیں لے جا رہی ہیں جس کی وجہ سے لوگ ناراض ہیں۔ وہاں خدانخواستہ کشمیر کی صورتحال نہ پیدا ہو جائے۔ بلتستان میں ایک یونیورسٹی کے لئے وائس چانسلر کا انتخاب ہونا ہے۔ وہاں پر ایک ایسے بندے کو مسلط کیا جا رہا ہے جسے لوگ پسند نہیں کرتے۔ اس کے مقابلے میں بہترین لوگ موجود ہیں۔ کوئی Government College University کا تو کوئی قائداعظم یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہ چکا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بنا دیں، لوگ انہیں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ جو پہلا ہے، وہ لوگوں کی نظروں میں بدنام ہے اور لوگ اسے تعلیمی ادارے میں برداشت نہیں کرتے۔ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت عوام کے ساتھ کھڑی ہو، ان کا ساتھ دے اور ان کی ترجمان بنے۔ اگر لوگ اس وائس چانسلر کو پسند نہیں کرتے تو اسے تبدیل کر دیا جائے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا شکریہ۔ جی سینیٹر ایمل ولی خان۔

Senator Aimal Wali Khan

سینیٹر ایمل ولی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، میڈم چیئرپرسن صاحبہ! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں on the floor of House آپ کو ایسا کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔ جب سینیٹ الیکشن ہوئے تو میں نے سب سے پہلے آپ کو مبارکباد دی تھی اور آج میں آپ کو

اس کرسی پر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ میں سینیٹ کے تمام معزز اراکین سے یہ کہوں گا کہ چونکہ یہ میری پہلی تقریر ہے اور میں معزز اراکین میں سب سے کم عمر رکن بھی ہو، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لئے میں پہلے سے ہی معذرت چاہوں گا۔ آج کے اجلاس کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ ایجنڈا میں تو باتیں اور تھیں لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ اس اجلاس کو خاص اس مقصد کے لیے بلایا گیا ہے کہ ہم ایوان سے عدلیہ اور ججز کے ساتھ جواب کلامی کریں۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ آج ایک دفعہ پھر یہ معزز پارلیمان استعمال ہو رہا ہے اور جو اسے استعمال کر رہے ہیں، ان کی کوئی بات نہیں کر رہا ہے۔ میرے والد صاحب ایک لطیفہ سناتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک زمیندار تھا جسے ایک دن چراغ والا جن مل گیا۔ اس نے اسے رگڑا تو جن باہر نکل آیا۔ جن نے کہا کہ جی کوئی خدمت بتائیں۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے جو قصائی ہے، میں اس سے بڑا تنگ ہوں، اس کی چھینٹی لگاؤ۔ قصائی کی دکان کے ساتھ ایک سبزی والے کی دکان تھی اور وہ جن سبزی والے کو مار کر آجاتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے تکلیف تو قصائی سے ہے لیکن جن پھر بھی سبزی والے کو مار کر آجاتا تھا۔ آخر اس نے تنگ آکر کہا کہ تکلیف مجھے قصائی سے ہے لیکن تم سبزی والے کو مار کر آجاتے ہو تو جن نے کہا کہ کیا آپ قصائی کے ہاتھوں میں وہ بڑی چھری نہیں دیکھتے۔ میں موجودہ صورتحال پر آؤں گا لیکن چونکہ میری پہلی تقریر ہے اور ابھی میں نے بات شروع ہی نہیں کی ہے کہ چار منٹ گھڑی میں گزر گئے ہیں۔ میں اپنے معزز اراکین سے یہی کہوں گا کہ اس ایوان کو سنی اتحاد کونسل اور مسلم لیگ (ن) کے بحث سے تھوڑا باہر لے جائیں۔ کل سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ بس انہی دونوں کے درمیان باتیں چل رہی ہیں۔ ایک باندھنا چاہ رہا ہے تو دوسرا اجڑوانا چاہ رہا ہے اور یہ بات صرف ججز تک محدود نہیں ہے۔ میرے خیال میں اسی بات پر یہ ایک، دو مہینے گزر جائیں گے۔ میں ابھی ایوان میں اپنے والد کے colleagues بھی دیکھ رہا ہوں۔ میں اسے خوش قسمتی یا بدقسمتی کہوں کہ میں 4th Generation سے ہوں اور ملک جب بنا بھی نہیں تھا کہ تو اس وقت سے اب تک عوام، قوم، جمہوریت اور بنیادی حقوق کی باتیں چل رہی ہیں۔ ہر جگہ آئین اور اس پر عمل کرنے کی بات ہو رہی ہے لہٰذا میں آج ان پر تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا۔

میڈم! آج جو beneficiaries ہیں یا اس ماحول میں جو beneficiaries دکھ رہی ہیں، یہ کل کے دن تک بدقسمتی سے beneficiaries نہیں تھے۔ آج جو لوگ آئین اور rule of law کا گلہ کر رہے ہیں، انہیں الحمد للہ پورے پاکستان نے دیکھا کہ یہی لوگ کل تک beneficiaries تھے۔ جب سے الیکشن ہوئے ہیں تو ہم فارم 47 کی باتیں سن رہے ہیں۔ ہمیں بھی موقع ملا کہ کیوں نہ 47 سے 47 تک بات ہو جائے، کیوں نہ پاکستان کے بننے سے ہی یہ بات شروع ہو جائے کیونکہ اگر آج فارم 47 کی بات ہوتی ہے تو یہ قصہ پاکستان بننے سے پہلے ہی

شروع ہو چکا تھا۔ اگر کسی معزز رکن نے پاکستان کی تاریخ معاشرتی علوم کے علاوہ پڑھی ہو تو انہیں پتہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ آئین پر عمل کریں لیکن ہم بچے کو غلط تاریخ پڑھا اور سکھا رہے ہیں۔۔۔۔ جاری T23

T23-22May2024 Taj/Ed. Waqas 02:10 p.m.

سینیٹر ایمل ولی خان: ۔۔جاری۔۔ ہم کہتے ہیں کہ آئین پر عمل کریں۔ ہم بچوں کو تاریخ سنا رہے ہیں۔ پاکستان میں معاشرتی علوم کا مضمون جھوٹ پر مبنی ہے۔ ہم جھوٹ پر مبنی مضمون بچوں کو پڑھا کر پھر کہتے ہیں کہ یہ آ کر اچھا کام کریں گے۔ مسئلہ آپ کا 1947 میں شروع ہوتا ہے۔ ہندوستان آزاد ہوتا ہے اور پاکستان بنتا ہے۔ میری بات سے اگر کسی کو تکلیف ہو تو میں واضح کر دوں کہ میں اس وطن، اس ملک میں غدار، ابنِ غدار کا بیٹا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آج کی تقریر کے بعد شام میں کہیں میں بھی چوتھی نسل میں اس نعرے سے گزروں گا۔ تاریخ حقیقت ہوتی ہے۔ تاریخ سے آنکھیں پھیرنا، حقیقت سے آنکھیں پھیرنا، یہ آپ کو کبھی بھی مستقبل میں صحیح راستے پر نہیں لے کر جا سکتا۔ یہ بہت بڑی بحث ہے اور اس بحث کے لیے میں تیار ہوں کیونکہ ایک مرتبہ قومی اسمبلی کے باہر اجلاس بلایا گیا تھا، دراب خان اور عبدالولی خان مرحوم گاڑی کی ڈگی کتابوں سے بھر کر لائے تھے اس لیے لائے تھے کہ آئیں آج بات کرتے ہیں کہ پاکستان بنا تھا یا آزاد ہوا تھا۔ جب آپ 1947 میں آزاد نہیں ہوئے، آج آپ آزادی کا رونا رو رہے ہیں۔ سب لوگ ایمان کی بات کریں، پاکستان کے قائداعظم محمد علی جناح صاحب کی کتنی قدر کرتے ہیں؟ کیا پاکستانی ان کی قدر کرتے ہیں یا نہیں؟ مجھے تو یہ تصویر بھی قید لگ رہی ہے۔ یہ تصویر اس دن قید ہو گئی جس دن جناب محمد علی جناح صاحب نے rule of law کی بات کی۔ آپ کے بانی، آپ کے ملک کو بنانے والے نے جس دن فوج کے سامنے فوج کی ایک تقریب سے یہ بات کی کہ یہ ملک اس لیے نہیں بنا کہ آپ اس پر حکمرانی کریں۔ یہ ملک اس لیے نہیں بنا کہ یہاں پر عوام غلام ہوں، بندوق والے کے پاس طاقت ہو بلکہ آپ محافظ ہیں، یہ باتیں جو آج ہم کر رہے، یہ جناب قائداعظم محمد علی جناح صاحب کو کرنی پڑیں۔ ان باتوں کے نتیجے میں میڈم چیئرپرسن! آج کوئی لیڈر بیمار ہوتا ہے تو وہ علاج کے لیے developed cities میں جاتا ہے، جب اندرونِ سندھ کا کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو وہ کراچی جاتا ہے، پنجاب کا کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ لاہور جاتا ہے، ہمارے صوبے خیبر پختونخوا کا کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی پہلی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پشاور جائے۔ جب ہمارے provincial capitals میں مسئلے حل نہیں ہوتے تو کوشش ہوتی ہے کہ وہ علاج کے لیے اسلام آباد آئیں یا ملک سے باہر جائیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہمارے لیڈران صاحبان کا علاج دبئی، لندن اور امریکہ میں ہو رہا ہے، یہ سب ہو رہا ہے لیکن جب ہمارے بانی بیمار ہوئے تو ان

بے چارے کو زیارت جانا پڑا۔آج سے 76، 75 سال پہلے، بلوچستان کے بھائی بیٹھے ہیں، میں دو سال پہلے زیارت گیا ہوں، زیارت میں سڑکیں، بجلی، infrastructure ہسپتال نام کی چیز نہیں ہے لیکن اس وقت اُدھر کی ہوائیں ایسی تھیں کہ وہ محمد علی جناح صاحب کے لیے علاج تھیں۔

آج سینیٹ کے معزز اراکین اپنے دل سے سوچیں کہ کیا اس ملک کا پہلا سیاسی قیدی جو ایک soft exile کی شکل میں زیارت بھیجا گیا، کیا وہ یہ بانی تھا یا نہیں؟ ہمارے سنی اتحاد کونسل کے پارلیمانی لیڈر صاحب نے بات کی۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: MWM, sorry,، تھوڑے نئے ہیں تو انشااللہ ٹھیک ہو جائیں گے، نئی نئی پارٹیاں بھی ابھر رہی ہیں۔ انہوں نے بات کی، ایران کے صدر مرے ہیں تو پورا ایران میدان میں ہے، وہ صرف صدر تھے۔آپ کے بانی مرے تھے، کسی کو پتا نہیں تھا، ان پر مکھیاں گھوم رہی تھیں۔ یہ تلخ حقائق ہیں۔ آج تک آپ، یہ ملک، یہ وطن، پاکستان کے شہری اپنے اس قائد کو رہا نہ کرسکے۔آپ کو پتا ہے کہ پاکستان میں پھر جو قید ہوئے ہیں تو ان پر ایک ایسی قید لگی ہے کہ آپ پاکستان میں جناب محمد علی جناح صاحب پر ریسرچ نہیں کر سکتے۔آزادی کی بات ہو رہی ہے۔ ہم تو غدار ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھے۔ آج 77 سال بعد بات ہو جائے کہ تقسیمِ ہندوستان کا فائدہ کتنا ہوا ہے اور نقصان کتنا ہوا ہے۔ ہم تو چلیں غدار ہیں لیکن آپ میرے معزز اراکین! آج judiciary اور miltablishment کی لڑائی سے نکل کر میں آپ کے لیے یہ بات اٹھانے کو تیار ہوں، کیا آپ میرے ساتھ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہیں کہ آج یہ ایوان مطالبہ کرے کہ پاکستان میں جو پابندی جناب محمد علی جناح صاحب پر research کرنے پر لگی ہے، یہ بات کھول دی جائے تو میرے سمیت سب کو یہ موقع ملے کہ ہمیں پتا چلے کہ ہمارے قائد، رہبر، اس ملک کے بانی محمد علی جناح کون تھے۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: کرلیں، خیر ہے، کوئی ہاں، ناں کرلیں، ہم پھنسیں گے، آپ لوگ بچے رہیں گے انشااللہ۔ آپ لوگوں کے پاس اچھے domicile ہیں، بلوچ بھائی، آپ نہ کریں باقی ہمت کریں۔ پاکستان، اگر آپ دیکھیں تو ہم پاکستان پر آتے ہیں، بانی کی تو بات ہو گئی۔ آپ کو میں نے request کی تھی کہ میری پہلی تقریر ہے تو میں تھوڑی لمبی بات کروں گا۔ پاکستان کی زندگی دو حصوں میں بانٹی جاتی ہے، ایک وہ پاکستان جو 1947 سے لے کر 1973 تک ہے، دوسرا وہ پاکستان جو 1973 کے بعد آج تک کا ہے۔ اس پاکستان میں rule of law, عوام کے اختیار، اور جو باتیں آج ہو رہی ہیں، جو آج کے beneficiary نہیں ہیں اور ان کو جو گلہ ہے، یہ آواز جب محترمہ فاطمہ جناح نے اٹھائی تو وہ

بھی غدار نکلیں۔ پاکستان میں اگر پہلے دن اس صف میں کھڑے ہو جاتے تو آج ہمیں یہ سب کچھ نہ دیکھنا پڑتا۔ تاریخ کے students یہاں بیٹھے ہیں، جب پاکستان بنا تو خدائی خدمت گاروں کی دو تہائی کی اکثریت تھی، حکومت، sitting Government ڈاکٹر خان صاحب اس حکومت کے leading role میں تھے۔ --T24 پر جاری ہے۔

T24-22MAY -2024 Tofique Ahmed [Khalid] 2:20PM.

سینیٹر ایمل ولی خان: (جاری---) ,sitting government ڈاکٹر خان صاحب اس government کی leading role میں تھے۔ بارہ دن کے اندر اندر خدائی خدمت گار تحریک کے دو تہائی اکثریت والی حکومت، اس کو زبردستی گرا کر، ان سب کو جیلوں میں ڈالا، اس وقت کی مسلم لیگ قیوم خان کو one third کی majority سے حکومت دی گئی۔ اس دن اگر پاکستان میں عوام کے اختیار کے لیے پاکستانی کھڑے ہو جاتے آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے لیکن بدقسمتی سے یہاں پر کھیل beneficiaries and affectees کا چلتا آرہا ہے۔ کل کا beneficiaries آج کا affectee ہوتا ہے اور کل کا affectee آج کا beneficiaries ہوتا ہے۔ جب وہ beneficiaries ہوتے ہیں، ان کو سب قابل قبول ہوتا ہے پھر ملک کے ساتھ جو بھی ہو خیر ہے۔ ہم کو missing persons کی بات نہیں کرنی، یہ ابھی بدقسمتی سے قصہ missing persons سے شروع ہوا، آخر میں لڑائی میں سینیٹ، پارلیمنٹ یا عدالت کو آمنے سامنے ہونا پڑا۔ 12 August, 1948, East Pakistan بننے کے ایک سال بعد، جیسے میں نے آپ سے ذکر کیا خدائی خدمت گاروں کی حکومت کو ختم کر کے ان کو جیلوں میں ڈالا گیا اس کے دوران باچا خان اور قائداعظم میں رابطہ ہوا، قائداعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ میں باچا خان کے پاس خدائی خدمتگار مرکز ہمارا سردریاب آؤں گا لیکن characters تھے۔ وہ باچا خان جو پارلیمان میں آکر ادا اس تھے کہ میں تقسیم ہند کے خلاف تھا لیکن آج جب پاکستان بن گیا ہے پاکستان ایک حقیقت ہے تو آئیں اس پاکستان کو بناتے ہیں اور انہوں نے اپنی ساری services خدائی خدمت گاری کی جتنی بھی services تھیں، پاکستان بنانے کے لیے محمد علی جناح کی سپرد کر دیں۔ عین اس وقت جب محمد علی جناح صاحب سردریاب آرہے تھے تو قیوم خان نے کہا کہ آپ کو مار دیں گے، خدائی خدمتگار سب ساتھ ہوئے اور پشاور سے سردریاب تک تیاری پکڑے ہوئے تھے کہ مہمان آرہے ہیں اور آج ہم ایک نئے موڑ پر جائیں گے، مہمان نہیں آیا مایوسی ہوئی strike میں بدل گیا سب کو پکڑ لیا۔ 12Auguest 1948 ہمارے پختون بھائی اور بہن کہتے تھے یار انگریزوں کو نکالنے میں تو ہمارا بیخ بنیاد نکل گیا ہے۔ انگریز کو کس لیے نکالا ہے؟

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: ڈھائی بج رہے ہیں۔ انگریزوں کو کس نے نکالا؟ انگریزوں کو فوج نے تو نہیں نکالا؟ یہ تو فوجی تھے، تب بھی salute اور آج بھی salute ، ان کو تو تنخواہ اس کی مل رہی ہے، انگریزوں کو تو قوم نے نکالا، پختونخوا سے خدائی خدمتگار نکلے، ان کو ہم نے نکالا، ملک کو آزاد کیا اس آزادی میں بھی ہمارا نقصان ہوا، ملک بنا آزاد تو نہیں ہوا، جب ملک بن گیا پھر بھی نقصان۔ انہوں نے سوچا کہ ہمارے سب leaders گئے تھے لہٰذ ہم ایک strike کرتے ہیں اور اس strike میں کسی کے پاس بندوق نہیں، کسی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، خدائی خدمتگاروں کے بارے میں جس نے بھی پڑھا ہے ان کو سب پتا ہے کہ وہ عدم تشدد کے پیروکار تھے اور ان کا عدم تشدد کا نظریہ تھا۔ اس احتجاج سے کیا ہوا؟ آپ کے پاکستان کی فوج، اگر آپ کو پتا نہیں تو آپ کان کھول کر سن لیں، نہتے شہریوں پر گولیاں برسائی گئیں، پاکستان کی فوج نے برسائیں، انگریز نے نہیں، انڈیا نے نہیں، اسرائیل نے نہیں گولیاں برسائیں۔ ظالم کی بات کرتے ہیں سب سے بڑے ظالم تو ادھر رہ رہے ہیں، پاکستان کی فوج نے کھلے عام گولیاں برسائیں، اس میدان میں 600 سے زیادہ شہید تھے۔ چارسدہ سے عورتیں اور بچے گھروں سے نکل آئے کہ خدا کا خوف کریں، عورتیں اپنی گود میں بچے اور سر پر قرآن پاک لیکر آئیں کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ لیکن نہیں فوج کی ٹھنڈک نہیں بھری کیوں کہ ان کا mission تھا کہ ہم نے خدائی خدمتگار تحریک کا خاتمہ کرنا ہے۔ آج تک ہم بھی اس ملک میں زندگی گزار رہے ہیں، ہمیں بھی یہ گلہ ہے، ہم آج بھی ایک ایک شہید کو یاد کرتے ہیں چاہے وہ فوج کا ہو، چاہے وہ پولیس کا ہو، چاہے وہ کسی بھی قوم کا ہو کیوں کہ ہم اس درد سے گزرتے ہیں تو ہم اس دکھ میں ہر کسی کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن میرے پاکستان کے بہن بھائیوں آج تک وہ 600 سے اوپر شہداء کا انصاف تو چھوڑ دیں ان کا ذکر بھی نہیں کیا جاتا، آپ نے کسی کتاب میں بھی یہ بات نہیں سنی ہوگی۔ ریاست پاکستان نے الٹا کیا کیا؟ جو میتیں میدان میں پڑی تھیں، حکم جاری کیا گیا، میرے خیال سے تاریخ میں کربلا ہے یہ حکم ہوا کہ میدان میں جتنی بھی میتیں پڑی ہیں ان میں سے ایک بھی میت کوئی نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ اس پر سرکار کا خرچہ ہوا ہے۔ سرکار کا کیا خرچہ ہوا ہے؟ گولیاں چلی ہیں، جب تک اس خرچے کے پیسے، معاوضہ سرکار کو نہیں دیں گے، تب تک یہاں سے ایک میت بھی نہیں اٹھے گی۔ اس میں بہت غریب تھے، باچا خان جیل میں تھے انہوں نے جیل سے حکم کیا اپنی زمین بیچ کر ان لوگوں کا جرمانہ ادا کیا یہ نہیں کہا کہ جا کر GHQ پر حملہ کرو، یہ نہیں کہا کہ PTV پر جا کر حملہ کرو اور یہ نہیں کہا جا کر پارلیمنٹ پر حملہ کرو بلکہ۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: آپ اپنے چاچا سے سن لیں وہ آپ کو سنادیں گے۔ بلکہ انہوں نے اپنے حصے کی زمین بیچ کر ادا کیا اور حکم کیا کے اپنی میتیں اٹھاؤ۔ ہم پختونخواہوں بلکہ یہاں پر قومیں بیٹھی ہوئی ہیں ہماری غمی اور خوشی واضح ہے، الحمدللہ چھپی نہیں ہوتی یا ہم چھپائیں۔ مثال کے طور

پر میت ہے یا کوئی مرا ہے یا کسی نے شادی کر لی ہے، ہمارا سب کچھ واضح ہوتا ہے بچے بھی واضح ہے، غم بھی واضح ہے۔ جس گھر میں میت تھی ہر گھر کے باہر تیسرے دن سرکاری بینڈ باجا بجوایا گیا، یہ دیکھیں ان کو ٹھنڈک نہیں مل رہی تھی، جس گھر میں دعا اور فاتحہ خوانی ہو رہی تھی، اس کے باہر کھڑے ہو کر بینڈ باجے بجائے گئے۔ کیا آپ میرے ساتھ کھڑے ہوں گے؟ کیا ان شہداء کا حق مانگے گے؟ یہ کبھی بھی نہیں ہو گا کیوں کہ یہ پاکستان ہے، میں کوشش کروں گا اس کو windup کروں۔ اب آتے ہیں ایوب خان پر، ایوب خان کا یہ وہ دور ہے جب پاکستان پر پھیلاتا ہے۔

----جاری----T-25----

T25 – 22May2024 IMRAN/ED: MUBASHIR 02:30 pm

سینیٹر ایمل ولی خان: (جاری ہے---) ایوب خان کا یہ وہ دور ہے جب پاکستان پَر پھیلاتا ہے۔ مقبوضہ بلوچستان، تب بلوچستان بے چارہ آزاد تھا، مقبوضہ کشمیر، مقبوضہ ملاکنڈ، بلکہ پاکستان میں جتنی بھی princely states تھیں ایوب خان کسی کو پکڑ کر، کسی کو دھکڑ کر، کسی کو تھپڑ مار کر، جو ابھی تک ہو رہا ہے، ان سب princely states کو زبردستی پاکستان میں شامل کر دیتا ہے۔

آج جس mandate کی بات ہو رہی ہے تو اسی mandate کی خاطر، جب ہمیں یہ شوق ہوا کہ نہیں بھائی، پنجاب پاکستان ہے اور پاکستان پنجاب ہے اور اس کے علاوہ پاکستان کچھ نہیں ہے۔ ہم نے بنگال کے mandate کو نہ مانتے ہوئے اپنے آدھے ملک کو، اگر آج یہ بات ہوتی ہے کہ پاکستان تقسیم ہوا اور آدھا پاکستان ہم سے جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا تو اس کی کیا وجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو mandate دینے کو تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو ایک مظلوم اور محکوم قوم کی طرح تصور کر رہے تھے۔ جس طرح آج آپ پختون کو، بلوچ کو، سرائیکی کو، مہاجر کو، سندھی کو اور پنجاب میں بہت سے لوگوں کو، کشمیریوں کو، گلگتی کو consider کیا جاتا ہے۔ آپ کو اس سے کیا ملا؟ آپ کا ملک دولخت ہو گیا۔ جب ملک دولخت ہو گیا تو پھر احساس ہوا، میں skip کر رہا ہوں کہ شاید میں وقت زیادہ لے رہا ہوں۔ کچھ باتیں میں skip کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں 1973 پر wind-up کر لیتا ہوں۔ ان شاءاللہ 1973 کے بعد کی بات اگلی دفعہ ہو جائے گی۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب آپ کی یہ پہلی تقریر ہے۔ آپ نے تاریخوں میں---

سینیٹر ایمل ولی خان: میڈم یہ آپ کے لیے تاریخیں ہیں، یہاں ہمارا دل رو رہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اس کو اپنی اگلی نشست میں مکمل کر لیجئے گا کیونکہ اس ایوان کی کارروائی صبح ساڑھے دس بجے سے چل رہی ہے۔

سینیٹر ایمل ولی خان: میں اس کو wind-up کرتا ہوں۔ اگلی دفعہ 1973 کے بعد والے نئے پاکستان کی بات کریں گے۔ کیا کیا آپ نے؟ میں تھوڑی بات بنگلہ دیش پر کروں گا۔ بنگلہ دیش میں اس سال نوے ہزار سے زائد illegitimate بچے پیدا ہوئے۔ یہ کس نے کیے؟ ظالموں نے۔ اُس operation میں بنگلہ دیش میں جا کر اتنی مار دھاڑ ہوئی ہے کہ آج اگر آپ کسی بنگلہ دیشی سے کہیں کہ ہم پاکستانی ہیں تو ان کو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ گالی ہے۔ شیخ مجیب کے گھر میں گھس کر، شیخ مجیب سے لے کر ایک چھوٹی بچی جو جھولے میں جھول رہی تھی، سب کو مار کر نکل آئے۔ جو بچی بچ گئی وہ اس وجہ سے بچی کہ وہ اس وقت بنگلہ دیش میں نہیں تھی اور باہر پڑھائی کے لئے گئی ہوئی تھی۔

تو انہی واقعات سے عقل حاصل کر لیں۔ ہم آج پھر اسی نہج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آج اُس طرف والے، اس طرف والے اور ہر طرف والے الیکشن کو دھاندلی زدہ سمجھ رہے ہیں اور یہ خود مانتے بھی ہیں۔ جو بھی ہے، وہ اُس طرف والے ہیں، وہ اس طرف والے ہیں وہ کہیں کے بھی ہیں، دھاندلی زدہ الیکشن کا مطلب ہے کہ آپ عوام کا mandate ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب آپ ان تمام issues پر اگلی نشست میں ضرور بات کر لیجئے گا۔ ابھی تک بتیس منٹ ہو چکے ہیں اور اس سے باقی ممبران سے جو وقت دینے کا وعدہ تھا، وہ پورا نہیں ہوسکے گا کیونکہ ان سے میں نے رؤف حسن پر رپورٹ مانگی ہے۔

سینیٹر ایمل ولی خان: میری صرف ایک آخری گزارش ہے۔ آج کیوں ہم زبردستی ایک پرائی لڑائی میں گھس رہے ہیں۔ Judiciary کو problem تھا missing persons سے۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں کہ selective missing persons کی بات ہوتی ہے۔ سو لوگ لاپتہ ہو گئے تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اگر ایک لاپتہ ہو گیا تو ہنگامہ برپا کر دیا اور اگر ایک مل گیا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ لاپتہ افراد کی تعداد بتیس ہزار ہے لیکن خیر ہے، کوئی بات نہیں۔

یہ کیا ملک ہے اور ہماری ترجیحات کیا ہیں اور پھر judiciary جب ISI کے ایک کرنل کی بات کرتی ہے تو تکلیف کہیں اور شروع ہو جاتی ہے اور وہ تکلیف پھر ایوانوں میں پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر ایسے کردار اور ایسی تکالیف جب ایوانوں سے اٹھیں گی تو [***] بولا جائے گا۔ کیوں نہ بولا جائے اور جو [***] نہیں ہوتے اگر ان کو سو دفعہ بھی [***] بولا جائے تو انہیں تکلیف کبھی نہیں ہو گی۔ ہمیں ہزار دفعہ بھی غدار بولا جائے ہمیں تکلیف نہیں ہو گی لیکن اگر [***] کو [***] بولیں گے تو تکلیف تو ہو گی۔ بہت شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ہم اس ایوان میں کسی کی ہتک نہیں کرنا چاہتے، خاص طور پر کسی فاضل ممبر کی۔ تو [***][2] کا لفظ میں حذف کرتی ہوں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی آپ کا ایک منٹ اس کے بعد دیکھ لیں گے۔ آج کافی دیر ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے رپورٹ مانگی ہے اور یہ time sensitive معاملہ ہے اور ان کو جانا بھی ہے۔ ہم ایوان کو conclude کر لیں۔ اس پر آپ کل بات کر لیں۔ آپ تمام کے ساتھ وعدہ ہے کہ جن ممبران کو وقت نہیں ملا ان کو پرسوں وقت مل جائے گا۔ اب دس گھنٹے تو session نہیں چلے گا۔ آپ یہ discussion بالکل raise کر لیجئے گا۔ عون صاحب یہ بات کل بھی ہو سکتی ہے اور میں نے ان سے رپورٹ مانگی ہے اور ان کو ابھی جانا بھی ہے۔ آپ House conclude کرنے دیں۔ اچھا ان کو ایک منٹ دے دیں۔ اگر کسی سینیٹر کا کوئی مسئلہ ہے تو کر لیں۔ لیکن پلیز صرف ایک منٹ ہے۔ ان کا mic کھول دیں۔

Point of public importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding the incident of running over of a car on pro-Palestine protest camp at D-Chowk, Islamabad.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم! میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ یہاں مشتاق صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ وہ Save Gaza کے نام سے ایک non political تحریک چلا رہے ہیں جن میں اور بہت سے لوگ بھی شامل ہیں جو نہ مذہبی بنیاد پر نہ اور کسی بنیاد پر بلکہ صرف انسانی بنیاد پر ہے، اس پر گاڑی چڑھائی گئی ہے اور دو لوگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کے نام آرہے ہیں جو کسی ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا کے واسطے، وہ بھی انسان تھے۔ اب وہ معاملہ بھی شاید linguistic حوالے سے کہیں نہ کہیں آپ کو تنگ کرے گا۔ تو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اگر انسانیت کے نام پر کوئی معاملہ چل رہا تھا تو اس کو بھی دیکھ لیں۔ دو دنوں سے نہ اس کو media رپورٹ کر رہا ہے نہ وہ House میں آرہا ہے اور نہ ہی کہیں اور یہ معاملہ discuss ہو رہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے جی۔ اس پر بھی Interior Minister سے رپورٹ مانگ لیتے ہیں۔ آپ اس پر مطمئن رہیں۔

[2] ***[Words expunged as ordered by the Chair]

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: کل آپ تینوں بات کر لیں۔ میڈم یہ تو آپ نہ کہیں کہ session کا کوئی time نہیں۔ جب چیئر conclude کرتا ہے تو conclude ہو جاتا ہے۔

You obviously don't know about this. Please have some patience.

آپ رؤف حسن پر رپورٹ بتائیں جی۔

<u>Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law</u>

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پارلیمانی لیڈروں میں ایک ابہام دور کرتا چلوں۔ میڈم چیئرپرسن نے ایک longest session hold کیا ہے جو ساڑھے دس بجے شروع ہوا تھا اور اب تقریباً پونے تین بج چکے ہیں اور بغیر کسی break کے session چل رہا ہے۔

(T26 پر جاری ہے)

T26-22MAY2024 ASHFAQ/ED. AHSAN 2.40PM.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: (جاری۔۔۔) اور بغیر کسی break کے بغیر session چل رہا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے پارلیمانی لیڈرز کو پہلے رواجاً mic ملتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم بڑی جماعتوں کی بات کریں تو ہماری طرف سے کل پارلیمانی لیڈر بولے تھے آج طلال چوہدری صاحب کو mic ملا کل شبلی صاحب بولے، آج محسن صاحب نے بول لیا ہے، سارے دوستوں کا اسی طرح ہوتا ہے۔ میں صرف ایک، دو وضاحتیں عرض کروں۔ فاضل سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب نے کہا کہ یہ special session کیوں بلایا گیا، یہ وہ calendar ہے، جو آپ کے پارلیمانی لیڈر نے چیئرمین سینیٹ کے ساتھ بیٹھ کر طے کیا تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: یہ share کیا ہوا ہے اور website پر بھی موجود ہے، میں نے اس کی copy منگوائی ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب آپ یہ بھی بتادیں کہ پارلیمانی لیڈر اپنے group میں share کرلیں، ہم نے کردیا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں عرض کرتا کہ ہم نے دن پورے کرنے ہوتے ہیں، business نہیں تھا، آپ نے آج issues discuss کیے ہیں، پرسوں جمعے والے دن بھی کریں گے۔ ہم نے اس کو چھوٹا کرلیا کہ اس کو غیر ضروری prolong نہ کریں، اس سے قومی

خزانے کی بچت بھی ہو۔ آپ کا پہلا دن 2024-04-9 کو تھا، 04-25 سے 04-29 تک آپ کا session تھا وہ ہوا۔ اب یہ session 20 and 21 کے لیے propose کیا گیا تھا اور اس نے 31 تک چلنا تھا، کل Business Advisory میں سب نے بیٹھ کر کہا ہے کہ اس کو اس جمعہ تک چلائیں اور ہم اگلا session اگر ضرورت پیش نہ آئی تو ہم بجٹ سے منسلک کر لیں گے۔ مہربانی کرکے آپ اپنا record درست رکھیں، اس کے ساتھ میں وزیر پارلیمانی امور بھی ہوں یہ خط مجھے سینیٹ سے موصول ہوا کہ calendar کے مطابق تیسرا اجلاس اس نئی سینیٹ کا بلایا جائے، ہم اگر نہ بلاتے تو ایمل صاحب کے بقول غداری اور، بے ادبی میں آ جاتے۔ ہم نے بلا لیا ہے تو بھی ہم جواب دے رہے ہیں، یہ ایک چھوٹی سی وضاحت تھی۔ رؤف حسن صاحب کے معاملے میں کہوں گا کہ وزیر داخلہ ایرانی صدر شہید کے حوالے سے جنازے میں شرکت کے لیے delegation میں وزیر اعظم صاحب کے ساتھ تہران گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جانے سے پہلے مجھے brief کیا اور وہ IG اسلام آباد علی ناصر رضوی صاحب کو ذمہ داری سونپ کر گئے تھے۔ میں نہ صرف session شروع ہونے سے پہلے ان سے report لیتا رہا ہوں بلکہ میں ایک بار درمیان میں میڈم پریذائیڈنگ آفیسر صاحبہ کی اجازت سے lobby میں بیٹھ کر ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ان سے ساری latest report لی۔ جو بھی حقائق اکٹھے ہوئے ہیں، وہ آپ سب کے سامنے ہیں، رؤف حسن صاحب کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے جو دیا ہے، من و عن FIR درج کر لی گئی ہے۔ FIR کے بعد پولیس کی ایک special investigation team تشکیل دے دی گئی ہے، حسن جہانگیر صاحب SP level کے ایک اچھی reputation کے آفیسر ہیں، انہیں in-charge بنایا گیا ہے۔ ان کے ساتھ experienced officers شریک ہیں، رؤف حسن صاحب نے بتایا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ یا ان سے ملتے جلتے لوگوں کے ساتھ کوئی چھ یا سات دن پہلے بھی واقعہ ہوا ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں عرض کر رہا ہوں جو، مجھے بتایا گیا ہے۔ یہ بھی واقعہ ہوا لیکن انہوں نے اس واقعے کو معمولی سمجھتے ہوئے report نہیں کیا۔ اب ان کی تصاویر CCTV camera سے یا جو بھی videos viral ہوئی ہیں ان سے لیکر ان کو forensic lab اور NADRA کی lab میں بھجوایا گیا ہے کہ اگر وہ National Data Base سے trace ہو سکے تو وہ trace ہو جائیں گے۔ باقی تفتیش کے لیے کچھ چیزیں ایسی ہیں میرے خیال سے میں floor of the House پر نہ کہوں جو forensic techniques آج کل کی ہیں to reach to some suspects وہ ساری deploy کر رہے ہیں۔ They are also keeping the victim

روف حسن صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں بتایا ہے کہ ہم یہ یہ measures لے رہے ہیں۔ روف حسن صاحب یا ان کے رفقا کے پاس کوئی further evidence یا کوئی چیز ہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ posted

میڈم! حکومت اس واقعے کی پوری سنجیدگی سے تحقیق کر رہی ہے اور کرے گی، ہمیں اس بات کا دکھ اور افسوس ہے۔ ہر شہری معتبر ہے اور خاص طور پر جو سیاسی کارکنان ہیں، ان کے حوالے سے جب یہ بات ہوتی ہے تو sensitivity بڑھ جاتی ہے۔ پوری سنجیدگی سے اس مقدمے کو لیا جا رہا ہے، اسی لیے کامران مرتضٰی صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، عام طور پر اس طرح کے مقدمات میں اقدام قتل کی دفعہ نہیں لگائی جاتی۔ As an abundant caution کیونکہ بلیڈ کا استعمال ہوا اور ان کا زخم تھا۔ انہوں نے وہ بھی لگائی کہ وہ criticize نہ ہو کہ آپ نے صرف ضرر کی دفعات لگادی ہیں، یہ ساری چیزیں پولیس ایک team کی طور پر دیکھ رہی ہے and they are directly reporting to concerned Authorities یعنی Chief Commissioner Islamabad کو بھی report کی جا رہی ہے۔ مجھے بھی اس حوالے سے جو ذمہ داری دی گئی تھی وہ مجھے وقفے وقفے سے بتاتے ہیں، کچھ چیزیں ہیں جو میں آپ سب کی اجازت سے اس لیے share نہیں کرنا چاہتا کہ وہ چیزیں بتانے سے کئی ملزمان trance ہونے کے حوالے precautionary measures لے جاتے ہیں، ان کے معاملات otherwise ہوتے ہیں۔ میں خود بڑے دکھ سے یہ بات کرتا ہوں کہ اس طرح کے واقعات نہیں ہونے چاہئیں۔ حکومت کی Law and order اور لوگوں کے جان اور مال کے تحفظ کی ذمہ داری ہے، بہر کیف اتنی بڑی آبادی میں یہ واقعات ہوتے ہیں لیکن حکومت کی سنجیدگی پر شک نہ کیا جائے، ہم اس کو منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Conclude کرنے سے پہلے آپ سے ایک گزارش ہے۔ آپ الگ بھی بات کریں،

we are concluding now, we will make sure.

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: آپ اپنے معاملے کو خود غیر سنجیدہ کرنا چاہتے ہیں، اس کا تو کوئی بھی حل نہیں ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر قانون آج دو دن سے یہ debate چل رہی ہے سینیٹر ووڈا اپنا point لیکر آئے ہیں، اس حوالے سے آپ اسے منطقی انجام تک پہنچائیں، سیکریٹریٹ سے بھی report issue کروائیں اور اس حوالے سے ہمیں constitutional Rules and Provisions کے مطابق ہی ہمیں advise کیا جائے اور پھر اسے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ اس پر دو دنوں سے ایوان میں

debate ہوئی اور بہت ساری باتیں کیں، یہاں سے دوہری شہریت کی بھی بات ہوئی، یہاں سے بہت سارے تجاوزات کی بھی بات ہوئی۔ اب ادارے اپنے اپنے دائرہ کار میں رہیں گے تو ہم سب بہت کام کر سکیں گے، میں سمجھتی ہوں ہم سب کی بات ہے، اب آپ اس کو منطقی انجام تک لے کر جائیں۔ باقی Members یہاں پر اپنے اپنے Point of Orders لے کر آئے ہیں، ان کو مہربانی کرکے carry over کر لیں، سیکریٹریٹ آپ نام لکھ لیں۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: I am not party, I don't think you know about the history of this House and how much the Chair has spoken, even ruled on this actual position. 184

پر Chair نے rulings تک دی ہیں، آپ مہربانی کرکے تشریف رکھیں، آپ اس ایوان کی تاریخ دیکھ لیں۔ بالکل صحیح ہے، کر دیں گے۔ جی وزیر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں مشتاق صاحب message take up کرتا ہوں، سینیٹر مشتاق احمد صاحب ہمارے ساتھی رہے ہیں اور مشتاق صاحب ایک noble cause کے لیے کام کرتے ہیں۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے اس حوالے سے جو کچھ عرض داشت رکھی تھی prima facie رؤف حسن صاحب کا بھی یہی estimate تھا اور وہاں پر جو لوگ عینی شاہدین ہیں، ان کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ transgender ہی ہیں، پولیس کی ابھی تک کی ابتدائی تفتیش میں بھی یہی آ رہا ہے۔ میں کچھ چیزیں floor of the House پر اس لیے نہیں کہتا، اس کی وجہ سے۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی بالکل آجائے گی، یہ depend کرتا ہے کتنی جلدی آتی ہے لیکن دیکھیں میں سنجیدگی کی وجہ سے وہ چیزیں یہاں پر نہیں رکھنا چاہ رہا جب آپ، لوگوں کو خود clue دے دیتے ہیں کہ اب آپ غائب ہو جائیں اور آپ کو فلاں فلاں پتا تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: سینیٹر عون عباس صاحب! میں آپ سے بات کرلوں گا، آپ مقدمے کو سنجیدگی سے لیں، ہم یہ آپ کے لیے ہی کر رہے ہیں، جی بالکل بڑی سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔ جو بات معزز اراکین نے کی، سینیٹر فیصل ووڈا نے جس معاملے پر Point of Order پر گفتگو شروع کی اور ہمارے بہت سارے اراکین نے دونوں اطراف سے مختلف نقطہ نظر دیا۔ میں ایک وضاحت کرتا چلوں، حکومتی نمائندے کے طور پر this is not as a member of this August House میں حکومتی نمائندے کے طور پر اس impression کے حوالے سے یہ بات ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اداروں میں ٹکراؤ والی بات نہیں ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان ایک انتہائی قابل احترام، متحمل مزاج upright and balanced Judge ہیں، ان کی Rule of Law کے لیے contributions ہیں، وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ ان کی ذات نے ماضی میں جو کچھ جھیلا وہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ منصف ہونے کے باوجود کس طرح ان کو اور ان کی بیگم اور بچوں کو کٹہرے میں کھڑا کیا گیا یہ تاریخ ہمیں اتنی جلدی نہیں بھولنی چاہیے اور تھوڑی سی بادام کھا کر اپنی یادداشت ٹھیک رکھنی چاہیے۔ ایمل ولی صاحب نے بات کی انہوں نے بالکل صحیح کہا کہ جس کہانی کا آغاز ہم نے 1947 and 1948 میں کیا۔۔۔آگے۔۔۔T27

T27-22May2024 Tariq/Ed: Waqas. 02:50 pm

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ۔۔۔جاری۔۔۔ایمل ولی صاحب نے بات کی اور بالکل درست کہا کہ جس کہانی کا آغاز ہم نے 48-1947 میں کیا وہ کہانی جاری ہے اور ہم تاریخ سے سبق نہیں سیکھ رہے۔ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنے کے لیے سب سے پہلے introspection خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ مجھے قطعاً خوشی نہیں ہے کہ سیاسی لوگ جیلوں میں ہیں لیکن میں نے بطور وکیل کے، کامران مرتضٰی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جو میرے ساتھ مقدمات میں جاتے رہے ہیں، ساڑھے چار سال 24/7 کالا کوٹ، سفید قمیض اور کالی ٹائی کے ساتھ کبھی ایک عدالت میں، کبھی دوسری میں، کبھی وہاں detention order لیں، کبھی وہاں ہیروئن کا مقدمہ، کبھی وہاں پر رات کو عدالت کھلوا کر حنیف عباسی کو اندر کیا جا رہا ہے، کبھی رانا ثناء اللہ کے لیے اوپر آیت الکرسی لکھی ہے اس کی طرف ہاتھ کرکے کہا جا رہا ہے کہ اس کو صحیح گرفتار کیا ہے اور ساری قوم نے دیکھا ہے کہ وہ کیا تھا۔ کبھی 25,25 دنوں تک ہمیں لوگوں کا پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں ہیں، اس لیے ان باتوں کو چھوڑیں اور سب مل کر اس نظام کو چلانے کے لیے آگے کی سوچیں۔

سیاست میں ایمل ولی صاحب کی اپنی رائے ہے، مولانا صاحب کی اپنی رائے ہے، میری اپنی رائے ہے، علامہ صاحب نے فرمایا کہ یہ power game ہے، بالکل ہو گی، ہونی چاہیے، اس کا ایک حصہ ہے لیکن سیاست میں خدمت بھی ہے حضرت۔ اگر آپ سیاست دل سے اور نیت کے ساتھ کریں تو سیاست میں خدمت بھی ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے اچھی باتیں سیکھنی چاہییں۔ گفت وشنید کیا ہے، dialogue کیا ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو مکے کے ذریعے قائل نہیں کرنا، میں نے آپ کو دلیل کے ذریعے قائل کرنا ہے۔ اس ایوان سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اگر بات دلیل سے ہو گی، آپ کو سارا ملک سنے گا، میری استدعا یہ ہے کہ اس معاملے پر بھی آج بات نہیں ہوئی، یہ بات پچھلے تین سال سے بھی ہو رہی ہے جب سے میں اس ایوان کا رکن ہوں اور بطور قاری کے، اخبارات اور TV کے ناظر کے طور پر بھی یہ بات پچھلے کئی سالوں سے ہو رہی ہے کہ آیا سیاستدان ہی ہیں جو receiving end پر رہیں گے۔ یہ بدقسمتی اور بدنصیبی ان ایوانوں میں بیٹھنے والوں کی ہے کہ انہوں نے ہی ہر وقت receiving end پر رہنا ہے کہ کبھی وزیراعظم کو تختہ دار پر لٹکا دیں، ایک وزیراعظم کو till the rising of the Court سزا دیں اور کہیں کہ آج کے بعد آپ وزیراعظم نہیں ہیں اور وہ سر جھکا کر بیگ اٹھا کر گھر چلے جائیں۔ کسی وزیراعظم کے خلاف جب آپ نے ساری رپورٹیں اکٹھی کر لیں تو آپ نے کہا کہ اسے ابھی تو فارغ کرنا ہے، مقدمات تو بعد میں چلیں گے سزائیں ہونے میں وقت لگے گا تو اسے اقامے پر گھر بھیج دیا۔ بہت سارے MNAs آپ کی طرف سے بھی اور ہماری طرف سے بھی، یہاں بھی اور پیچھے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اور بھی بہت سے دوست ہیں، دوسرے ایوان میں بھی ہیں، مجھے ان MNA کا بھی پتا ہے جنہیں اس وجہ سے گھر بھیج دیا گیا کہ ان کی 33 سالوں سے اپنی اہلیہ سے separation تھی، اب قانون یہ کہتا ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے ٹیکس گوشواروں میں اپنے اثاثے ہر سال ظاہر کرنے ہیں۔ میں افتخار چیمہ صاحب کا نام لے کر کہہ رہا ہوں، ان کی اہلیہ نے زرعی زمین کی کچھ کنالیں فروخت کیں جو وہ inform نہیں کر سکیں کیونکہ وہ اکٹھے نہیں رہتے تھے، یہ ریکارڈ کی بات ہے، انہیں اس بات پر تاحیات نااہل کر دیا گیا کہ آپ نے اس سات کنال زمین کا حساب نہیں دیا۔

دیکھیں جب اس طرح کی زیادتیاں ہوں گی criticism ہم پر بھی ہوتا ہے کہ ہم excess کرتے ہیں، ہم حدود سے باہر جا رہے ہیں لیکن پھر جو ادارے کام کر رہے ہیں وہ اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کریں۔ کل شبلی فراز صاحب نے کہا کہ وزیر قانون نے کل پریس کانفرنس کی، میں نے بالکل کل پریس کانفرنس کی اور میں صرف اس وقت پریس کانفرنس کرتا ہوں جب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں صحیح بات کر رہا ہوں اور میں اپنے ایک ایک لفظ کو own کرتا ہوں۔ آئین پاکستان کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ غصے میں جو اس کے دل میں آئے وہ کہہ دے۔ وہ کہے کہ اگر یہ کام ابھی اس طرح نہ ہوا تو میں وزیراعظم کو یہاں پر بٹھا دوں گا، میں کابینہ کو یہاں بٹھا دوں گا، وہ پچیس کروڑ لوگوں کے

نمائندے ہیں، آئین کے آرٹیکل 248 میں انہیں immunity حاصل ہے، بڑا clarity کے ساتھ آئین کا آرٹیکل کہتا ہے کہ انہیں ان کے official functions میں بلا کر جوابدہ نہیں کر سکتے۔ یہ عدالت چلانے کا کیا طریقہ ہے۔ آپ اپنے فیصلوں کے ذریعے جو حکم جاری کرنا چاہتے ہیں وہ ضرور کریں یہ شرط تو نہیں ہے کہ سامنے ساری کابینہ کو بٹھا کر کرنا ہے یا وزیراعظم کو بٹھا کر یا سارے Secretaries سے کام چھڑوا کر آٹھ آٹھ گھنٹے آپ نے وہاں پر بٹھا دینا ہے۔ یہ باتیں عوامی نمائندوں کے طور پر ہمیں کرنی چاہیئیں۔ اگر اداروں کی بات ہوتی ہے تو یہ ادارے عوام کی طاقت کے ذریعے بنتے ہیں۔ ان اداروں کی عزت اور توقیر کی حفاظت کرنا آپ کا، میرا اور ہم سب کا فرض ہے۔ پارلیمان ایک سپریم ادارہ ہے، اس آئین کا خالق کون ہے، پاکستان کے عوام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تابع پاکستان کی عوام نے Constituent Assembly منتخب کی، انہوں نے یہ آئین بنایا۔ Time to time آپ لوگوں نے مشاورت کے ساتھ وہ ترامیم بھی کیں جن میں ایک dissenting vote نہیں آیا یعنی کہ سب نے اکٹھے بیٹھ کر ترامیم کیں۔

Article 184 کی بات ہوئی اسی ایوان میں (3)184 کا بل آیا، اس بل کو کمیٹی کو بھجوایا گیا، پھر بیچ میں تعطل آ گیا کیونکہ قومی اسمبلی نہیں تھی، فاروق نائیک صاحب کا شاید بل تھا، سینیٹر علی ظفر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا بل ہے اس پر بیٹھ کر اکٹھے بات کریں گے۔ اسی ایوان نے اور قومی اسمبلی نے Practice and Procedure Act pass کیا، بہت ٹھٹھہ لگا۔ مجھے تنقید کا نشانہ بنایا گیا، میرا مذاق بھی اڑایا گیا، کہا گیا کہ آپ اقتدار کی محبت میں کیا کیا کر رہے ہیں۔ آپ سب نے دیکھا کہ اس پر full Court بیٹھی اور full Court نے کہا قانون سازی پارلیمان کا اختیار ہے، پارلیمان نے یہ درست قانون بنایا ہے، اس کی ایک شق پر اعتراض تھا، ایک ووٹ کے فرق سے اس شق کو strike down کیا گیا، باقی سارے law کو uphold کیا گیا۔ ہمیں اپنی اور اپنے ادارے کی عزت و توقیر کے لیے within the bounds of Constitution and law, we must speak, we must protect our rights اور ہمیں اس سمت میں آگے بڑھنا ہو گا۔ اگر ادارہ جاتی مداخلت بند نہ ہوئی، ساروں کی باتیں درست ہیں، جو ادارے ادہر سے مداخلت کر رہے ہیں، ان کے لیے بھی قانون اور آئین یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی حدود میں رہ کر کام کریں۔ جو آئینی ادارے ہیں، عدالتیں ہیں، مقنّنہ ہے، انتظامیہ ہے ان کی domain بھی اس کتاب میں طے شدہ ہے۔ اس ایوان کا رکن بھی محترم ہے، کسی شخص کے بارے میں غیر ضروری طور پر یہ کہنا کہ وہ فلاں فلاں کا agent ہے میرے خیال میں یہ غیر مناسب بات ہے۔ ہماری عدالتوں نے ہمیشہ ہمیں یہ کہا ہے اور Code of Conduct بھی یہی کہتا ہے کہ فیصلوں کے ذریعے بتایا جائے۔ لکھ کر بتایا جائے کہ آپ کی رائے کیا ہے، آپ کا فیصلہ کیا ہے۔

بہر کیف اس پر گفتگو ہوئی ہے۔ دوسرا اس میں issue یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی subjudice ہے، تیسرا اس ایوان میں بہت سے دوستوں نے یہ بھی کہا ہے، طلال چوہدری کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں he had been on the receiving end اس نے ایک بات کرنے پر پانچ سال suffer کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اب وقت ہے کہ اس ملک کو بحرانوں سے نکالنے کے لیے، اس ملک کے عوام کو انصاف پہنچانے کے لیے، 23 لاکھ مقدمات کو نمٹانے کے لیے کہ ہم انا کی ان باتوں سے نکل کر آگے کی سوچیں۔ ہم Contempt کو as a weapon استعمال نہ کریں، یہ ان کی رائے تھی اور میں ان کی رائے کی قدر کرتا ہوں اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں جو golden principles of restrain and magnanimity ہیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں اور Contempt Laws میں ہمیشہ extreme caution and care exercise کی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کا بھی ادراک ہے کہ آئین کی کچھ شقوں اور Rules of Procedure کو اگر اکٹھا پڑھا جائے تو ہمارے کچھ حدود و قیود ہیں، ہمیں کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے، کچھ لوگوں کی یہ بھی رائے ہے کہ اگر ہمیں طلب کیا جا سکتا ہے تو پھر انہیں بھی طلب کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں رواداری کا ثبوت دینا چاہیے and we should go by book کتاب میں جو لکھا ہے ہمیں اس کے مطابق آگے چلنا چاہیے لیکن پھر میں ایک بات کہوں گا کہ یہ سب کچھ کرتے ہوئے ہمیں اس ایوان کی اور اس کرسی کی توقیر کا بھی خیال رکھنا ہے اور ہمیں اس کی حفاظت کرنی ہے۔ اس کے لیے میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے بھی کہوں گا کہ غلطیاں آپ سے بھی ہوئی ہیں اور غلطیاں ہم بھی کر رہے ہیں، انسان ہیں، جب آپ کو زخم لگے ہوں تو آپ کسی اور عینک کے ساتھ دوسرے کو دیکھتے ہیں، زخم لگانے والے کے بارے میں آپ کا دل بھرتے ہوئے کچھ وقت لگتا ہے لیکن maturity کا یہ تقاضا ہے کہ ہم ایک congenial atmosphere میں اپنی معیشت کی گاڑی کو آگے لے کر چلیں۔ پاکستان کے عوام آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مہنگائی کے عفریت سے نکالا جائے، اس جہنم سے باہر نکالا جائے، اس کے لیے مجھے اور آپ سب کو مل کر کام کرنا ہے۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-28)

T28-22MAY2024 Mariam/Ed: Khalid 03:00 p.m.

(جاری)۔۔۔ سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مہنگائی کے فریب سے نکالا جائے، اس جہنم سے باہر نکالا جائے۔ اس کے لیے مجھے آپ کو ہم سب کو مل کر کام کرنا ہے۔

میڈم! میں بہت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ this matter may be referred to the Senate

Secretariat.ہمارے بہت قابل اورable officersوہاں موجود ہیں۔ ساری باتیں انہوں نےnote downکی ہوئی ہیں they can always prepare a report, put up a note to the honourable Chairman for future course of action and then that matter can be placed before this House, with utmost respect.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ وزیر قانون آپ کا ظرف اور میں اس Houseکا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں سب نے بہت تحمل سے کوشش کی کچھ یہاں بھی تجاویز ہوئی ہیں floorپر۔ میرے بھائی سینیٹر صاحب یہ agreementہے کہ جو جو رہ گیا ہے ان کو ہم Fridayکو listادے دیں گے۔ یہ طے ہو گیا ہے کہ ہم Fridayکو listادے دیں گے۔ آپ کی list Fridayہے آپ کا نام Fridayکے لیے رکھ دیا ہے۔ سیکرٹری صاحب سب کے نام please noteکرلیں، سیکرٹری صاحب نام noteکرلیں، ادھر سے دو ممبرز ہیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: .It is fineوہ میں نے آپ کو alreadyکہہ دیا ہے۔ میں نے already کہہ دیا ہے کوئی بات نہیں۔ اس پرSenate Secretariatصرف اتنا actionلے سکتا ہے کہ وہ آپ کو ادراک اورجو Rules and Proceduresہیں اورآئین ہے ان کو۔۔آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ concludeکرلیں۔ آپ please micمیں بولیے، آپ micمیں بول دیں جو بھی آپ کو کہنا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پھر وضاحت کر دیتا ہوں ابڑو صاحب سن لیا کریں۔ آپ بڑے بھائی ہیں، محترم ہیں سن تو لیں۔ میں نے بہت تحمل سے ساری بات آپ کے سامنے رکھی ہے۔Article 68 بھی میرے سامنے ہےArticle 66 بھی میرے سامنے ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ممبران کے نام Fridayکے لیے دے دیے ہیں۔10:30 بجے سے ایوان چل رہا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے یہ ہی تجویز دی ہے کہ آئین کے Articles 66, 68 and Rules of Procedure کو سامنے رکھتے ہوئے۔ ہمارا Secretariat دیکھ کر ایک note put up کر دے گا۔ ایک note put up ہو گا Chairman Senate کے پاس۔

Direction of Presiding Officer regarding the matter raised by Senator Fesal Vawda and subsequent discussion thereof

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے۔

Matter raised by Senator Vawda is of serious nature, I direct the Secretariat to examine the matter in the light of the Constitution, Provisions and Rules and Procedures and submit the case to the honourable Chairman Senate. Absolutely, that is the way to conclude it.

آپ سینیٹر ابڑو کو بھی سمجھا دیں کہ Friday کو ان کو موقع مل جائے گا، نہیں تو پانچ اور ممبرز بھی ہیں آپ کے بھی اور ادھر کے بھی۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: House میں موجود نہیں ہیں۔ ابڑو صاحب House میں موجود نہیں ہیں آپ کو Friday کو موقع ملے گا۔ چیئرمین صاحب بیٹھیں گے ان کو نام دیے ہوئے ہیں۔ آپ نے پانچ منٹ بات کرنی ہے دے دیتے ہیں۔ دے دیتے ہیں آپ کو بیٹھ جائیں۔ ابڑو صاحب کو پھر آپ کو بھی دینا ہے۔ پانچ لوگوں کو نہیں دے سکتے ہر side سے ایک ایک بول لے۔ آپ لوگ decide کر لیں ایک ایک دونوں sides سے بول لے تلخی نہیں کریں۔ تلخی کا گھر نہیں کریں۔ آپ لوگ decide کر لیں کون بولے گا یہاں سے دو منٹ کے لیے، آپ decide کر لیں وہاں سے کون بولے گا ٹھیک ہے۔ تلخی مت کریں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ بولیے پھر وہاں سے بھی ایک بولیں گے۔ آپ آخر میں بول لیں ان کو پہلے بولنے دیں تشریف رکھیں۔ ابڑو صاحب آپ دو منٹ کے لیے بول لیں مگر Friday کو آپ نے detail میں جو بھی کہنا ہے کہہ دیجیے گا۔ Pressurize کوئی بھی نہیں ہو رہا ہے ہم تمام فاضل ممبرز کی عزت کرتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ Mr. Barrister آپ بہت دیر سے آئے ہیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: اعظم صاحب میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی خوشی نہیں ہے Chair کو address کرنے کی، مجھے کوئی خوشی نہیں ایسی speech کرنے کی۔ یہ سیدال خان ناصر کا حق ہے وہ Deputy Chairman ہیں۔ Chairman کی غیر موجودگی میں Deputy Chairman بیٹھتا ہے۔ ہم سے senior Kamil Ali Agha بیٹھے ہیں آپ سارے دوست یہاں بیٹھے ہیں۔ آج جس طریقے سے انہوں نے House چلایا یقین کریں ٹھیک ہے۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سب کو موقع دینے کی کوشش کی ہے ابڑو صاحب۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میڈم! ایک منٹ۔ بات یہ ہے کہ یہ House ہے، یہ House ہمیں ethics سکھاتا ہے، یہ House ہمیں قانون سکھاتا ہے۔ چیئرمین کے ہوتے ہوئے۔۔۔ بھائی آپ سے میں نے بات ہی نہیں کی۔ آپ ان کو بٹھائیں۔ میڈم! آپ ان کو بٹھائیں، آپ کی Party کا بندہ ہے آپ ان کو بٹھائیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں ان کو ضرور بیٹھا دوں گی، سینیٹر پونجو آپ تشریف رکھیں۔ ہم تحمل سے سب کی بات سن رہے ہیں اگر وہ کچھ غلط کہہ رہے ہیں تو کوئی بات نہیں ان کو حق ہے کہنے کا۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی جی میں کسی کی ذات پر نہیں جاؤں گی۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میڈم! آپ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ بیٹھ جائیں،۔ میڈم! آپ ان کو بیٹھائیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے ٹھیک ہے پونجو بھائی آپ فاضل سینیٹر ہیں آپ کو بھی، تین لوگ بولنا چاہ رہے تھے میں نے کہا Friday کو رکھ لیں ان شااللہ وقت نکال لیں گے آپ کے لیے Friday کو سارا وقت نکل آئے گا۔ آپ کا بھی time ہے اب دیکھیں 03:30 ہو گئے ہیں یہی گزارش ہے آپ سے۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آپ اپنے بندے کو بیٹھائیں ابھی ابھی آیا ہے۔ میں ایک بات کروں گا تو آگ لگ جائے گی اس لیے بات نہیں کروں گا۔ یہ صرف بابو بھائیوں کی گاڑیوں میں سے اسلحے کا جواب نہیں دے سکتے بلا وجہ مجھے نہ کھولیں۔ مجھے اتنا نہ چڑائیں کچے کے ڈاکوؤں کو اسلحہ کون دیتا ہے۔اگلے دن ان کے advisor کی گاڑی سے اسلحہ پکڑا گیا مجھے نہ کھلوائیں۔ میں جانتا ہوں آپ جتنے انقلابی ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اس پر کر لیجیے گا بات۔ سینیٹر ابڑو آپ senior member ہیں اس پر آپ Friday کو جواب لے لیجیے گا۔ پرسوں اس پر جواب لے لیجیے گا اس وقت اب آپ کیا۔۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: The House stands adjourned to meet again on Friday the 24th May, 2024 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Friday the 24th May, 2024 at 10.30 a.m]